# اقتصاد


از نظر

ولی فقیہ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

سید علی الحسینی الخامنہ ای مدظلہ العالی

مرتبہ

مجاہد حسین حرؔ



ناشر

معراج کمپنی لاہور

نام کتاب ............................................................. اقتصاد

از نظر ............ ولی فقیہ حضرت آیت اللہ سید علی الحسینی الخامنہ ای مدظلہ العالی

مرتبہ ............................................................. مجاہد حسین حرؔ

پروف ریڈنگ ............................................................. خانم آر چوہدری

کمپوزنگ ............................................ قائم گرافکس ۔جامعہ علمیہ۔ڈیفنس فیز ۴

ناشر ............................................................. معراج کمپنی لاہور

ہدیہ .............................................................

ملنے کا پتہ

# معراج کمپنی لاہور

بیسمنٹ میاں مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار۔لاہور

**03214971214،04237361214**

محمد علی بک ایجنسی اسلام آباد

**03335234311**

# عرض ناشر

حمد ہے اس ذات کے لئے جس نے انسان کو قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا اور درود و سلام ہو اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جسے اس نے عالمین کے لئے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور سلام و رحمت ہو ان کی آل پر جنہیں اس نے پورے جہاں کے لئے چراغ ہدایت بنایا۔

جب سے ادارہ قائم کیا ایک خواہش تھی کہ آقائی رہبر معظم سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی کتابیں شائع کی جائیں لیکن مصروفیات اور کچھ آقائی موصوف کی کتب کی غیر دستیابی کی بنا پر اس خواہش کی تکمیل میں تاخیر ہوئی۔ لیکن اب الحمد للہ جناب مولانا مجاہد حسین حرؔ صاحب نے رہبر معظم کی کتب فراہم کرنے کی ذمہ داری لی اور انہوں نے خدا کی بارگاہ سے امید ظاہر کی ہے کہ انشاء اللہ سو (۱۰۰) سے زائد کتب فراہم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ اور ان کی اس سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

"اقتصاد" ولی فقیہ حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی ایک ایسی کتاب ہے جس میں اس وقت کی دنیا کے سب سے اہم موضوع اقتصادیات و مالیات کو بیان کیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب کی اشاعت ہمارے لئے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اسلامی تعلیمات کے فروغ اور دین الٰہی کی نشر و اشاعت کے

لئے کام کرر ہے ہیں، ہماری دعا ہے اللہ رب العزت تمام امت مسلمہ کو عزت و سربلندی عطا فرمائے اور ہم سب کو ہر طرح کی بداخلاقی اور دیگر آفات و بلیات سے محفوظ رکھے اور اپنی ذمہ داریاں بہ حسن وخوبی ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

ادارہ معراج کمپنی شیخ محمد باقر امین صاحب کی دادی مرحومہ کے نام پر قائم کیا گیا ہے۔ مومنین کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ادارہ

# فہرست کتاب

## پہلا حصہ: اقتصادی خودانحصاری، معاشی پابندیوں کا مقابلہ

### پہلا باب: اقتصادی خودانحصاری



### دوسرا باب: اقتصادی پابندی ومحاصرہ



## دوسرا حصہ: اقتصادی تعمیر وترقی

### پہلا باب: اقتصادی تعمیر وترقی

## دوسرا باب: اقتصادی ترقی کے بنیادی عناصر و عوامل

## تیسرا حصہ: اسلامی معیشت میں دولت کا حصول

## چوتھا حصہ: اسلام میں نجی مالکیت



## مسلم ممالک کے سینٹرل بینکوں کے سربراہان سے قائد انقلاب کی ملاقات

# پہلا حصہ

## اقتصادی خود انحصاری،
## معاشی پابندیوں کا مقابلہ

# رہبر معظم کی ایک نصیحت

اپنی آمدنی کا تھوڑا سا حصہ تحقیق اور اپنی مصنوعات کا معیار بلند کرنے اور کاموں کی پیشرفت کے لئے استعمال کریں۔ترقی پذیر ممالک اس انتظار میں کیوں بیٹھیں کہ یورپ یا دنیا کے کسی اور گوشے میں کوئی آگے بڑھ کر تحقیق کرے تب یہ (ممالک) اس سے سیکھیں؟! خود بڑھ کر تحقیق کرنا چاہئے،

# پہلا باب

# اقتصادی خودانحصاری

## اقتصادی خودانحصاری کامفہوم

معاشی خودانحصاری یعنی یہ کہ ملک اورقوم اپنی اقتصادی سرگرمیوں میں اپنے پیروں پر کھڑی ہواورکسی کی محتاج نہ رہے۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جوقوم اقتصادی لحاظ سے خودکفیل ہے وہ دنیامیں کسی سے کوئی سودااورلین دین نہیں کرتی ۔ایسانہیں ہے،سودااورلین دین کمزوری کی دلیل نہیں ہے۔کوئی چیزخریدنا، کچھ فروخت کرنا،سودا کرنا،تجارتی مذاکرات انجام دینا، یہ کمزوری کی علامتیں نہیں ہیں۔لیکن یہ سب اس انداز سے انجام پانا چاہئے کہ قوم ایک تو اپنی بنیادی ضرورتیں خودہی پوری کرنے پرقادرہواوردوسرے یہ کہ عالمی سودوں اورلین دین میں اس کا اپنامقام ہو۔دوسرے (ممالک) اسے باآسانی حاشئے پرنہ ڈال دیں،اس کااقتصادی محاصرہ نہ کرلیں،اسے دوسرے ڈکٹیٹ نہ کریں۔

آج جوممالک اقتصادی لحاظ سے ترقی یافتہ ہیں،ان کے پاس طاقت ہےاور بدقسمتی سے عالمی سامراج کا حصہ ہیں اورسامراجی پالیسیوں پرعمل پیرا ہیں، جب وہ کسی ملک سے کوئی سودااورلین دین انجام دیناچاہتے ہیں،تعاون کرتے ہیں تواس ملک پرکچھ چیزیں مسلط کردیتے ہیں۔ملک کی آزادمعیشت سے مراد یہ ہے کہ ملک کوجس چیزکی ضرورت ہےاسے ملک کے اندر ہی تیارکیا جاسکتا ہو۔ملک کے کارخانے سب کچھ تیارکریں اورملک کامحنت کش طبقہ اسے اپنا

انسانی و دینی فریضہ تصور کرے۔ محنت کش صرف وہ نہیں ہے جو کسی کارخانے میں کام کرتا ہے۔ جو بھی ملک میں کوئی مفید و با مقصد کام انجام دے رہا ہے وہ محنت کش ہے۔ مصنف، فنکار، استاد، موجد اور محقق بھی محنت کش طبقے کے افراد شمار کئے جاسکتے ہیں۔

## معاشی خودانحصاری کی اہمیت

اقتصادی خودانحصاری، سیاسی خودمختاری سے بالاتر ہے۔ ملک کے حکام، پارلیمنٹ کے اراکین اور معاشی شعبے سے جڑے افراد اس بات پر توجہ دیں کہ پیسے، اقتصادی سرگرمیوں اور اقتصادی امور میں دوسروں پر اپنا انحصار ختم کریں۔

ملک کے لئے معاشی خودکفائی انتہائی حیاتی ضرورت کا درجہ رکھتی ہے۔ جب کسی ملک کی معیشت اغیار سے وابستہ ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس پیکر کی رگ حیات اور اس کی سانس دوسروں کے ہاتھ میں ہے۔ بنابراین اختیارات بھی دوسروں کے ہی ہاتھ میں ہوں گے۔

بیشتر انقلابی ممالک کا رجحان (گزشتہ صدی میں) مشرق کی جانب تھا۔ یہ ممالک مشرقی حکومتوں اور طاقتوں سے مدد لیتے تھے۔ مثال کے طور پر جب چین میں انقلاب آیا تو دس سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے تک سویت یونین نے جو اس کا بڑا بھائی کہا جاتا تھا اور جو اشتراکی انقلاب میں سب سے آگے تھا، چین کی اقتصادی اور فنی مدد کی اور اس نے اس ملک کے لئے اپنے ماہرین بھیجے۔ دیگر کمیونسٹ ممالک کی بھی یہی صورت حال تھی۔ لیکن اسلامی جمہوریہ ایران نے اپنے اقتصادی انحصار کو ختم کرنے کے لئے صرف اپنی قوم کی مضبوط قوت ارادی اور ایرانیوں کی درخشاں صلاحیتوں پر تکیہ کیا۔

# اقتصادی خودانحصاری کے مقدمات

جوممالک آزاد ہوتے ہیں ان کا سب سے پہلا قدم یہ ہوتا ہے کہ اپنے سیاسی نظام کو خودمختاری دلاتے ہیں۔یعنی بیرونی طاقتوں کےنفوذ سے آزاد ہوکرحکومت تشکیل دیتے ہیں۔اس پر بھی وہ اکتفا نہیں کرتے بلکہ معاشی خود انحصاری کی جانب قدم بڑھاتے ہیں۔ معاشی خود انحصاری، سیاسی خودمختاری سے زیادہ مشکل ہےاوراس کے لئے زیادہ وقت درکار ہوتا ہے۔آپ دیکھ رہے ہیں کہ بڑی طاقتوں کے اقتصادی تسلط اورنفوذ کوآسانی سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔اگرکوئی ملک اقتصادی خود کفائی کی منزل پر پہنچنا چاہتا ہےتو اسے ماہر افرادی قوت، آمدنی کے اچھے ذرائع، بے پناہ وسائل، سائنس، مہارت، عالمی سائنسی وفنی تعاون اور دیگر بہت سی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

انقلابی ممالک اور وہ مملکتیں جنہوں نے نئ نئ خودمختاری حاصل کی ہے اقتصادی خود کفائی کےان وسائل اورذرائع کےحصول میں مشکلات سے دوچار ہوتی ہیں۔

آزادملکوں کو چاہئے کہ اپنی ضرورت اورتشخیص کےمطابق اس صنعت،مصنوعات اور سامان کوملک کے اندرموجودذخائراوروسائل کےسہارے تیارکرلیں۔انہیں چاہئے کہ اپنی خلاقی صلاحیتوں،محنت ومشقت سے،اس پرحکم فرما انتظامی سسٹم اورآزادی وخودمختاری کی راہ میں قائم ہونے والےعوامی اتحاد سے،ساتھ ہی ساتھ دشمن کےتشہیراتی حربوں کی بابت پوری ہوشیاری و دانشمندی کےذریعےمکمل اقتصادی خودانحصاری وآزادی کی سمت پیش قدمی کریں۔

# اقتصادی خودانحصاری میں ثقافتی سرمایہ کاری کے اثرات

ہرملک کی افرادی قوت ہی اس کا سب کچھ ہوتی ہے۔اگرافرادی قوت نہ ہوتو سب

کچھ ہیچ ہے۔ کچھ ممالک میں ایران سے پہلے ہی انقلاب آیا گیا تھا اور اقتصادی، صنعتی، تکنیکی اور دیگر شعبوں میں انہیں کامیابیاں بھی ملیں۔ ان ملکوں نے اپنے انقلاب کے اوائل میں اپنے تمام منصوبے افرادی قوت کی تربیت کو محور قرار دے کر ترتیب دیئے۔ عالم یہ ہے کہ آج بھی ان میں سے بعض ممالک ماہر افرادی قوت برآمد کر رہے ہیں۔ یعنی نہ صرف یہ کہ یہ ممالک بے پناہ افرادی قوت کی وجہ سے خود کفالت کی منزل پر پہنچ گئے بلکہ ان ممالک میں اتنے زیادہ ماہرین کے لئے جگہوں کی کمی ہے اور ان کی معیشت ایسی نہیں ہے کہ یہ تمام ماہرین اس میں کھپ سکیں۔ نتیجتاً وہ دوسرے ملکوں کو برآمد کر رہے ہیں۔ اسی افرادی قوت نے انہیں اعلیٰ سطح پر پہنچا دیا ہے جبکہ ان کے پاس تیل جیسے ذخائر بھی نہیں ہیں۔

اگر آج ثقافتی امور کے لئے بجٹ مختص کیا جا رہا ہے تو اس بات پر توجہ ہونا چاہئے کہ ممکن ہے کہ قلیل مدت میں یہ بجٹ اقتصادی امور اور معاشی سرگرمیوں کو فائدہ نہ پہنچائے لیکن اس قلیل مدت کے بعد اس کا فائدہ فی الفور ملک کو ملے گا۔ اگر صحیح انداز سے فکری صلاحیتوں کو بروئے کار لایا جائے تو اس سے ملکی معیشت کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اگر ثقافتی امور بالخصوص تعلیمی شعبے کے لئے بجٹ اور وسائل کو استعمال کیا جا رہا ہے تو اس سے ملک کو ہرگز نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ اس سے آگے چل کر ملک کے لئے نئے وسائل پیدا ہوں گے۔

# اقتصادی خودانحصاری کی شرطیں

## پہلی شرط: اچھے طریقے سے انجام دینا

سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ ملک میں ہر کوئی اپنے فرائض کو احسن طریقے سے انجام دے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

رَحِمَ اللهُ امْرَأً عَمِلَ عَمَلًا فَأَتْقَنَهُ. [1]

اللہ رحمت نازل کرے اس شخص پر جو کام انجام دیتا ہے تو محکم انداز میں انجام دیتا ہے، احسن طریقے سے انجام دیتا ہے۔

یہ کوشش ہونا چاہئے کہ جب بھی کوئی کام انجام دیا جائے تو مکمل طور پر اور درست طریقے سے انجام دیا جائے۔ کوئی کسر باقی نہ رہے۔ یہ ایک اہم شرط ہے جو پوری ہو جائے تو اقتصادی خود انحصاری کی منزل پر پہنچا جا سکتا ہے۔

## دوسری شرط: خلاقیت اور نئی ایجادات

ملک کی اقتصادی سرگرمیوں اور کام کے شعبے میں خلاقی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہئے۔ کتنی اچھی بات ہے کہ وہ کارخانے جو حکومت کے پاس ہیں یا وہ کارخانے جو نجی سیکٹر سے تعلق رکھتے ہیں، اپنی آمدنی کا تھوڑا سا حصہ تحقیق اور اپنی مصنوعات کا معیار بلند کرنے اور کاموں کی پیشرفت کے لئے استعمال کریں۔ ترقی پذیر ممالک اس انتظار میں کیوں بیٹھیں کہ یورپ یا دنیا کے کسی اور گوشے میں کوئی آگے بڑھ کر تحقیق کرے تب یہ (ممالک) اس سے سیکھیں؟! خود بڑھ کر تحقیق کرنا چاہئے، نئی ایجاد کرنا چاہئے، پیداوار کو آگے بڑھانا چاہئے، صنعت کو آگے لے جانا چاہئے، پیداوار کو مقدار اور معیار کے لحاظ سے آگے لے جانا چاہئے۔

## تیسری شرط: علمی شعبے معاونت کریں

تیسری شرط یہ ہے کہ ملک کے علمی شعبے، معیشت کی مدد کے لئے آگے آئیں۔ یونیورسٹیوں کے مفکرین آئیں اور حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ حکومت ان مفکرین اور ماہرین کا سہارا لے جو یونیورسٹیوں میں علمی کاوشوں میں مصروف ہیں۔ یہ خیال نہ پیدا ہو کہ اگر کسی یورپی مفکر نے کوئی تحقیق انجام دی ہے اور کوئی بات کہی ہے تو وہ پتھر کی لکیر بن گئی ہے۔

---

[1] شواہد التنزیل لقواعد التفضیل / ج 1 / 5 / مقدمۃ الطبعۃ الثانیۃ لکتاب شواہد التنزیل للمحقق ..... ص:5

آج کوئی بات انہوں نے کہی، بیس سال بعد، دس سال بعد، پانچ سال بعد کوئی دوسرا محقق آ کر اس بات کو غلط ثابت کر دیتا ہے اور نیا نتیجہ پیش کرتا ہے۔ مغرب والوں نے جو کچھ کہہ دیا ہے اسے آنکھیں بند کر کے کیوں قبول کر لیا جائے، کیوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے اس کی باتیں سنی اور قبول کی جاتی رہیں؟! آپ کو خود آگے بڑھ کر صحیح نظریہ قائم کرنا چاہئے۔ ہر ملک کے ماہرین اقتصادیات کو چاہئے کہ اپنی سرزمین کے حالات، وہاں کے عقائد اور اس مملکت کی خصوصیات نیز اقتصادی مسائل کے مطابق حل تلاش کریں۔

## اقتصادی تسلط و اجارہ داری

سامراجی تسلط کی قربانی بننے والے ملکوں کے پاس کبھی بھی اطمینان بخش معیشت نہیں رہی ہے۔ کبھی کبھار ان کے ہاں ظاہری معاشی رونق نظر آتی تھی جیسا کہ (آج بھی) تسلط کا شکار بننے والے ملکوں میں ظاہری رونق نظر آتی ہے لیکن اقتصادی ڈھانچہ تباہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ یعنی اگر ان کا ایک دروازہ بند کر دیا جائے یا ان کا اقتصادی محاصرہ کر لیا جائے تو سب کچھ شکست و ریخت کا شکار ہو جائے گا، نابود ہو جائے گا۔ ایک سرمایہ دار نے دو تین مہینے کے اندر جنوب مشرقی ایشیا کے کئی ممالک کو دیوالیہ کر دیا۔ ان میں دو تین ملکوں میں اچھی خاصی اقتصادی ترقی تھی۔ انہی میں سے ایک ملک کے سربراہ کا انہی دنوں تہران آنا ہوا اور میری ملاقات بھی ہوئی۔ کہنے لگے کہ میں آپ سے بس اتنا کہوں گا کہ ہم راتوں رات فقیر ہو گئے! ایک امریکی یہودی سرمایہ دار نے بالکل اس طرح جیسے مٹی کا گھروندا ایک جھٹکے میں ختم ہو جاتا ہے ایک جھٹکے میں سب کچھ ختم کر دیا۔ امریکیوں کو جہاں ضرورت محسوس ہوئی پچاس، ساٹھ ارب ڈالر انجیکٹ کر دیئے، کہیں پچاس ارب اور کہیں تیس ارب اور جہاں انہیں ضرورت نہیں محسوس ہوئی اسے تباہ کر دیا۔ البتہ انجیکٹ

کرنے کا مطلب یہی ہے کہ اسی مٹی کے گھروندے کو ایک الگ انداز سے بنا دیا ہے۔ بہرحال ان ممالک کی معیشت کو مستحکم نہیں ہونے دیتے۔

## سیاسی وثقافتی خودمختاری میں پائیدار معیشت کا کردار

اسلامی انقلاب سے ملت ایران کو سیاسی خودمختاری کا تحفہ ملا۔ اس قوم کو یہ جرأت ملی کہ دنیا کے غیر منصفانہ اور تسلط پسندانہ نظام کے مدمقابل سینہ سپر ہو جائے۔ یہ قوم اگر سیاسی خودمختاری اور ثقافتی تشخص کو دنیا کی سامراجی طاقتوں سے محفوظ رکھنا چاہتی ہے تو اسے اپنی معیشت کی بنیادیں مضبوط کرنا ہوں گی۔ یہ ملک میں خودمختاری کی جڑوں کے مستحکم ہونے کے معنی میں ہے، اس کا دارومدار پیداوار، کام، روزگار کی صورت حال میں بہتری، مختلف شعبوں میں نئی دریافتوں پر ہے۔ تحقیقاتی مراکز اور تجربہ گاہوں سے لے کر کارخانوں اور زراعت تک ہر جگہ نئی ایجادات ہونا چاہئے۔ ایسا ہو جانے پر ملت ایران کے گستاخ اور خونخوار دشمن ہاتھ مل کر رہ جائیں گے اور خاموشی سے گوشہ نشین ہو جائیں گے۔

# دوسرا باب

# اقتصادی پابندی ومحاصرہ

## محاصرے میں ترقی

اسلامی انقلاب نے تمام تر ترقی ایسے عالم میں کی کہ جب ایران کے دشمنوں یعنی امریکا اوراس کے ہمنواؤں نے سیاسی، اقتصادی اور دیگر شعبوں میں ایران کو دھمکیاں دینے کا سلسلہ بلا وقفہ جاری رکھا۔ ہمیشہ ایران سے کہا گیا کہ آپ کا اقتصادی محاصرہ کرلیا جائے گا۔ کہا گیا کہ آپ لوگ بھوکوں مر جائیں گے۔ ہمیشہ تلقین کی گئی کہ اس ملک میں تعمیر وترقی کی راہ مسدود ہو جائے گی۔ اسی طرح دیگر گونا گوں دھمکیاں۔ بحمد اللہ یہ جو ساری ترقی ہوئی ہے ان دھمکیوں، دشمنی اور دباؤ کے باوجود ہوئی ہے۔

## اقتصادی ترقی میں معاشی پابندیوں کے اثرات

جنگ کے آغاز کے وقت سے اب تک اسلامی جمہوریہ ایران زمین سے آسمان پر پہنچ چکا ہے۔ ایران کو اقتصادی پابندیوں اور معاشی محاصرے کی دھمکیاں دیتے ہیں! اس ملک نے اسی اقتصادی محاصرے کے عالم میں یہ بے شمار وسائل ایجاد کئے ہیں۔ اقتصادی محاصرہ سبب بنتا ہے کہ ملک کے اندر با استعداد و با ایمان افرادی قوت زیادہ تندہی سے کوششیں اور اقدامات کرے۔ اقتصادی پابندیوں کے سخت ترین مراحل میں ایرانی جوانوں نے ایسے ہتھیار تیار کئے

کہ پوری دنیا میں امریکا اوراس کے ذریعے نوازی جانے والی ایک دوحکومتوں کو چھوڑ کر کسی کے پاس نہیں تھے۔یہی اینٹی ٹینک میزائل "تاؤ" اس ملک کے جوانوں نے کن حالات میں تیار کیا؟ ان پر سارے دروازے بند تھے لیکن انہوں نے بناڈالا۔البتہ جوہری توانائی دنیا میں اپنی خاص اہمیت کے باعث ذرا زیادہ نمایاں ہوکر سامنے آئی ورنہ اسی سطح کے دوسرے مختلف شعبوں میں متعدد کارنامے انجام دیئے گئے ہیں جن کی اہمیت اس (ایٹمی ٹیکنالوجی) سے کسی طرح کم نہیں ہے۔البتہ ان کا دفاعی یا فوجی استعمال نہیں ہے۔ یہ سب کچھ اقتصادی محاصرے کے دوران ، شدید سیاسی واقتصادی دباؤ میں اوران حالات میں انجام دیا گیا جب حتیٰ وہ حکومتیں بھی جن کے ایران سے اقتصادی تعلقات تھے ایران سے وعدہ خلافی اورعہد شکنی کرتی تھیں۔ پھر بھی ایران کامیاب ہوگیا۔ یہ ایک قوم کی عظیم صلاحیت ہے جو یہ کامیابیاں دلاتی ہے۔

اگر دنیا میں کچھ مقامات پر ایران کے لئے دروازے بند ہیں تو اس کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔اگر دروازے کھلے ہوں تو انسان پر سستی اور کاہلی سوار ہونے لگتی ہے اور نتیجے میں وہ کسی مقام پر نہیں پہنچ پاتا۔اہم کاموں میں محنتوں اور کاوشوں کے لئے عظیم جذبے کی ضرورت ہوتی ہے۔جولوگ مسلسل نئی ایجادات اورنئی نئی دریافت میں کامیابی حاصل کرتے ہیں ان کی علمی روش اور طرز عمل انہیں اس کے لئے حوصلہ عطا کرتا ہے اور دوسری بات یہ کہ ان کے لئے یہ کام آسان ہو چکے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ سامراجی طاقتوں کا پیسہ بھی انہیں دستیاب ہے۔ اس وقت مغرب والوں نے علم وسائنس کے ذریعے خودکو پوری دنیا پر مسلط کر رکھا ہے۔ان کے اپنے عزائم ہیں۔ان ممالک کو بھی جنہیں پسماندہ رکھا گیا ہے ترقی وحرکت کے لئے اپنے اندر جذبہ پیدا کرنا چاہئے۔ یہ جذبہ پیدا ہونے کے عوامل واسباب میں ایک، دروازوں کا بند ہونا بھی ہے۔

# ایران کی پیشرفت وترقی کی مخالفت

سرمایہ داری اور سامراج کا خیمہ اپنی تمام تر سیاسی توانائیوں، اپنی پوری مالیاتی و اقتصادی طاقت کے ساتھ اور اپنے تشہیراتی چینلوں کو بروئے کار لاتے ہوئے حتی الوسع ملت ایران پر دباؤ ڈال رہاہے کہ وہ عقب نشینی کرلے،ہتھیارڈال دے۔صرف ایٹمی شعبے میں نہیں یہ تو ملت ایران کے حقوق کا ایک حصہ ہے، وہ چاہتے ہیں کہ ملت ایران عزت کی زندگی کے حق سے،خودمختاری کے حق سے،حق خودارادیت سے،سائنسی میدان میں ترقی کے حق سے دستبردار ہو جائے۔ اس وقت ملت ایران سائنس وٹکنالوجی کے میدانوں میں ترقی کی راہ پر گامزن اور طاغوتی (شاہی) دور کی دوسوسالہ پسماندگیوں سے باہر نکلنے پر کمر بستہ ہے۔ یہ(دشمن) سراسیمہ ہیں۔ وہ ہرگزنہیں چاہتے کہ ملت ایران جو دنیا کے حساس ترین علاقے میں آباد ہےاوراسلام کی علمبردار کی شناخت حاصل کرچکی ہے، یہ کامیابیاں حاصل کرے، یہی وجہ ہے کہ وہ دباؤ ڈال رہے ہیں لیکن ملت ایران کے پائے ثبات میں کوئی تزلزل پیدانہیں ہورہاہے۔

# دوسرا حصہ

# اقتصادی تعمیر و ترقی

# رہبر معظم کی ایک نصیحت

فلاح ونجات کا دارومداراس پر ہے کہ سارے لوگ اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ، خدا کی بارگاہ میں گریہ وزاری اور توسل کو نورانی راستے کے عنوان سے اپنائیں دونوں میں کوئی ایک کافی نہیں ہے۔

# پہلا باب

# اقتصادی تعمیر وترقی

## اقتصادی ترقی میں کامیابی کی شرط

اسلامی جمہوریہ ملک کی تعمیر وترقی اور ایران کو استبدادی دور کی پسماندگیوں سے نجات دلانے کے دعوے کے ساتھ کام کر رہا ہے اور اس وقت سائنسی، اقتصادی اور صنعتی ترقی کی راہ میں اٹھایا جانے والا ہر قدم اور جدید کاری کی ہر کوشش مقدس اسلامی جمہوری نظام کی حقانیت کا ثبوت اور اس دعوے کے صحیح ہونے کی دلیل ہے لیکن ملک کی تعمیر وترقی اور اقتصادی پیشرفت کی راہ میں اٹھایا جانے والا ہر قدم اسی صورت میں کامیابی سے ہمکنار ہوگا جب وہ اسلامی اصولوں اور دینی طرز فکر پر استوار اور اسلامی انقلاب کے نعروں، اقدار اور امنگوں کی تقویت پر مرکوز ہو۔ اس صورت میں تعمیر وترقی کی تحریک حقیقی اور ضمانت شدہ تحریک ہوگی اور ملک کو ترقی کے فریب میں مالیاتی وسیاسی واخلاقی تنزلی اور انحصار کی کھائی میں نہیں لے جائے گی۔

## اسلام اور اقتصادی ترقی

اسلام قوموں کو خود مختاری اور آزادی عطا کرتا ہے۔ ان کی ذاتی زندگی میں انہیں آمروں، استبدادی طاقتوں اور کج فکری سے آزادی عطا کرتا ہے اور سامراج کے سیاسی دباؤ اور اقتصادی طاقت کے کمند سے بھی نجات دلاتا ہے۔ اسلامی قوموں کو سماجی انصاف پر مبنی رفاہ و

اقتصادی آسودگی عطا کرتا ہے۔ وہ اقتصادی ترقی جو عوامی طبقات کے فاصلے کو بڑھائے اسلام کو پسند نہیں ہے۔ اقتصادی ترقی کا جو نسخہ آج مغربی ممالک پوری دنیا کے عوام کے لئے پیش کر رہے ہیں، جس سے کچھ طبقے تو عیش و عشرت میں پہنچ جاتے ہیں اور اقتصادی رونق میں اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ معاشرے کے کچھ دوسرے طبقے زیادہ غربت و افلاس اور دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں وہ اسلام کو پسند نہیں ہے۔

انصاف اور اخوت کے جذبے کے ساتھ اقتصادی خوشحالی اسلام کے زیر سایہ حاصل ہوتی ہے۔

## ترقی کا علاقائی نمونہ

اسلامی جمہوریہ میں ترقی کا نمونہ، عوام کے ایمان و عقیدے، ثقافتی و تاریخی حالات اور میراث کے تقاضے کے مطابق ایک مکمل مقامی اور ملت ایران سے مختص نمونہ ہے۔ کسی کی بھی تقلید کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ عالمی بینک کی، نہ آئی ایم ایف کی، نہ کسی بائیں بازو کے ملک کی، نہ دائیں بازوں کے ملک کی کیونکہ ہر جگہ کے اپنے مخصوص تقاضے ہوتے ہیں۔ دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے اور (دوسروں کے) مسلط کردہ اور اکثر و بیشتر منسوخ شدہ نمونوں کی تقلید کرنے میں بہت فرق ہے۔

## اقتصادی ترقی کے لئے ہموار ثقافتی زمین کی ضرورت

معاشرے میں حقیقی معنی میں اقتصادی ترقی کے لئے ثقافتی کوششوں کی ضرورت ہے۔ جب تک محقق اور علمی کاوشوں میں مصروف انسان کے اندر اپنے کام سے لگاؤ اور فرض شناسی کا

جذبہ اس انداز سے پیدا نہ ہوگا جو صحتمند ثقافت میں پایا جاتا ہے تو اس محقق کا وجود بے فائدہ رہے گا۔

مشکلات و مسائل کے حل کے دو معیار، جذبہ عمل اور سماجی نظم وضبط ہیں۔ سماجی نظم وضبط یعنی تمام امور میں منظم رہنا۔ جن لوگوں سے عوام رجوع کرتے ہیں وہ رجوع کرنے والے لوگوں سے اپنے برتاؤ میں نظم وضبط کا خیال رکھیں اور جن لوگوں نے کچھ کاموں کی ذمہ داری قبول کی ہے وہ ان کاموں کی انجام دہی میں نظم وضبط کے پابند رہیں۔ ان چیزوں سے ملک اور قوم میں شادابی آئے گی اور کام آگے بڑھیں گے۔

## اسلامی جمہوریہ کے خلاف پروپیگنڈہ

عالمی سامراج اسلامی جمہوریہ کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا ہے۔ شائد ہی کوئی ہفتہ ایسا گزرے جس میں اسلامی جمہوریہ کے خلاف سرگرم عمل یہ درجنوں ریڈیو اور ٹی وی نشریات یہ بات نہ دہرائیں کہ اسلامی جمہوریہ کی معیشت بحران میں اور زوال وتباہی و نابودی کے دہانے پر ہے۔ ہاں کیوں نہیں، بالکل بحران میں ہے لیکن صرف انہی کے لئے، ایران کے عوام کے لئے تو ایران کی معیشت ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ جارحوں اور ان افراد کے لئے جو ایران کے وسائل سے استفادہ کرنے کی فکر میں بیٹھے ہیں یقیناً ایرانی معیشت بحرانی ہے۔ ایرانی عوام کے لئے بھلا کیا بحران ہوسکتا ہے؟ وہ تو اپنے اس ملک کی تعمیر وترقی کے کاموں میں مصروف ہیں جو ملک سلطنتی دور میں، وہ پہلوی سلطنت کا دور رہا ہو یا قاجاریہ دور، دنیا کے دیگر ملکوں کے سامنے اتنا کہنے کی جرئت نہیں رکھتا تھا کہ ہم بھی موجود ہیں، ہم بھی کچھ تیار کر سکتے ہیں ہم بھی اقدام کر سکتے ہیں، جو تیسرے اور چھوتھے درجے کا پوری طرح منحصر ملک تھا اور جس کے عمائدین بڑی طاقتوں

کبھی برطانیہ تو کبھی امریکا اور کبھی روس کے دست نگر ہونے پر فخر کرتے تھے!

## تعمیر وترقی کا اشتیاق وخوف

ملت ایران اپنے ملک ومعاشرے کی تعمیر وترقی کا جتنا اشتیاق رکھتی ہے دشمن اس سے اتنے ہی ہراساں اور خشمگیں ہوتے ہیں۔ انہیں اندازہ ہے کہ آباد اور مادی وروحانی رفاہ وفلاح سے مالا مال معاشرے کی تعمیر میں ملت ایران کی کامیابی دوسری قوموں کے لئے اس عظیم ملت کی راہ اختیار کرنے کی ترغیب ثابت ہوگی اور اس کا مطلب ہوگا دنیا کی سامراجی طاقتوں کے مفادات اور مقاصد پر خط بطلان کھینچ دینا۔ یہیں سے اسلامی جمہوریہ کے خلاف سامراج کی سازشوں کا طولانی قصہ شروع ہوتا ہے۔ جنگ مسلط کرنا، اقتصادی محاصرہ، سامراج، رجعت پسندی اور صیہونزم سے وابستہ عالمی ذرائع ابلاغ میں دائمی جھوٹے پرچار، انقلاب مخالف عناصر، بائیں بازو یا دائیں بازو کے انتہا پسند عناصر اور روسیاہ منافقین اور انہی جیسے افراد کی حمایت یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ انقلابی ملت ایران کو تابناک مستقبل تک رسائی سے روک دیا جائے۔

## تمام طبقات کا فریضہ

اگر ایران ترقی کی منزلیں طے کرنا چاہتا ہے، رفاہ واقتصادی رونق، ہمہ گیر پیشرفت، سیاسی عزت، سوشل سیکورٹی، روزگار کی سیکورٹی، سائنسی وتحقیقاتی ترقی اسی طرح روحانیت و معنویت سے بہرہ مند ہونا چاہتا ہے تو دو چیزوں کو مدنظر رکھے۔ ان دو چیزوں کا خیال رکھنا تمام طبقات کا فرض ہے بالخصوص آگاہ طبقات کا۔ دوکاندار، کسان، صنعت کار، مزدور، طالب علم، استاد، علمی شخصیات اور دینی رہنما ان دونوں چیزوں پر توجہ دیں: ایک یہ ہے کہ ملک کی تعمیر وترقی

میں سب کے سب ایک ساتھ مل کر کوشش کریں اور دوسرے یہ کہ خود سازی کی بھی کوشش کریں۔

وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.[1]

اور اے ایماندارو تم سب کے سب خدا کی بارگاہ میں توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

فلاح ونجات کا دارومدار اس پر ہے کہ سارے لوگ اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ، خدا کی بارگاہ میں گریہ وزاری اور توسل کو نورانی راستے کے عنوان سے اپنائیں۔ دونوں میں کوئی ایک کافی نہیں ہے۔

## تعمیر وترقی میں خوداعتمادی کی اہمیت

ملک کے حکام اور اعلی عہدہ داروں کی خوداعتمادی ایران کے انقلاب کی اقدار کا حصہ ہے۔ اگر یہ نہ ہوتو ملک کی تعمیر وترقی کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں گی۔ ملک کے مختلف شعبوں میں سرگرم عمل عہدہ داروں میں اس خود اعتمادی اور اس نظریے کی تقویت ہونا چاہئے کہ اسلامی جمہوریہ ملت ایران اور اسی سرزمین کے لوگ ملک کو ضرورت اور خواہش کے مطابق بلند ترین مقام پر پہنچانے پر قادر ہیں۔ ممکن ہے کہ کبھی بعض عہدہ داروں اور ان لوگوں کی توجہ جو مختلف شعبوں میں مصروف کار ہیں، اقتصادی شعبے میں یا ثقافتی اور دیگر شعبوں میں، ان تجزیوں کی جانب مبذول ہو جو کسی دانشور اور مصنف کے نام سے کسی تحقیقاتی جریدے میں شائع ہوتے ہیں۔ (ممکن ہے کہ) یہ تجزیہ لوگوں کی نظروں کو اس طرح اپنی سمت مبذول کر لے کہ ان کی خود اعتمادی ختم ہو جائے اور ذہنوں کو اس پروگرام کی جانب سے غافل کر دے جو ملک کے زمینی حقائق کی بنیاد پر تیار کیا گیا ہے۔

---

[1] سورۂ نور: ۳۱

یہ کوشش ہونا چاہئے کہ اسکول کے طلبہ کے اندر اسکول پہنچنے کے وقت سے اسی طرح یونیورسٹی کے طلبہ اور ان لوگوں میں جو نئے نئے وارد میدان ہوئے ہیں جذبہ خوداعتمادی کو اور اس فکر کو تقویت پہنچے کہ ملک کے مسائل کے سلسلے میں وہ اپنے ادراک، جذبات اور تجزیوں کی بنیاد پر ان مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ فلاں غیر ملکی تجزیہ نگار اور اخبار نویس نے لکھ دیا کہ ایران کو ترقی اور اقتصادی مسائل سے نجات کے لئے فلاں راستے پر چلنا چاہئے تو اسی کو وحی منزل مان لیا جائے۔ جہاں تک علمی و سائنسی نظریات کی بات ہے تو وہ دنیا میں جہاں کہیں بھی اور جس کی زبان سے بھی نکلیں قابل توجہ ہیں لیکن یہ نہیں کہ انہیں آنکھیں بند کر کے قبول کر لیا جائے بلکہ ان کا تجزیہ کرنے کے بعد یعنی انسان ایک بات کو لے اس کا ملک کے گونا گوں حالات کی روشنی میں جائزہ لے اور اس کے بعد اس پر عمل درآمد کرے۔

## تعمیر و آبادکاری کے دور کے اقتصادی مسائل

تعمیر و آبادکاری کے دور میں کچھ اقتصادی مشکلات کا سامنے آنا فطری ہے۔ ہر جگہ یہی ہوتا ہے۔ افراط زر میں اضافہ ہوتا ہے، بہت سے لوگوں کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے۔ ان مسائل کے حل کے لئے حکومتی سطح پر دگنی کوشش ہونا چاہئے۔ افراط زر کا مسئلہ کسی طرح حل کیا جانا چاہئے۔ ملکی کرنسی کی قدر کو مناسب تدبیروں اور بلا وقفہ کوششوں سے استحکام بخشنا چاہئے۔ اگر چہ یہ بنیادی قسم کے کام دراز مدت میں اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ البتہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ غافل ہو کر بیٹھ رہا جائے اور کم مدتی اور میانہ مدتی طریقوں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ یہی ملکی کرنسی کی قدر ملک کے بہت سے مسائل کے حل کی کنجی ہے۔ نچلے عوامی طبقات کی قوت خرید میں کمی اور زندگی کی بنیادی ضروریات پوری کرنے میں ان کی عاجزی اسی مسئلے کا نتیجہ ہے۔

# تعمیرنو اور آبادکاری کے دور کی آفتیں

چونکہ تعمیرنو اور آبادکاری کا دور کاموں میں کئی گنا اضافے، ثروت جمع کر لینے، اقتصادی سرگرمیوں میں وسعت لانے کا دور اور ایسا وقت ہے جس میں اگر کوئی اقتصادی سرگرمیاں کرنا چاہے تو اس کے لئے راستہ کھلا ہوا ہوتا ہے۔

بنابرایں ان حالات میں جو دنیا پرست لوگ ہیں جن کے دل دنیا کی رنگینیوں میں غرق ہیں جو لوگ اپنے ذاتی مفادات کو ملک وقوم اور انقلاب کے مفادات پر ترجیح دیتے ہیں ان کے لئے زراندوزی، دولت جمع کرنے، اسے غلط طریقے سے استعمال کرنے اور عیش وعشرت کی جانب بڑھنے کے لئے راستہ کھلا ہوتا ہے۔

تعمیرنو اور آبادکاری کا دور ملک کو بنانے سنوارنے اور قوم کو ترقی کی منزلوں پر پہنچانے کا دور ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ دور معمولی لوگوں میں زراندوزی، ذخیرہ اندوزی، تصنع، تعیش پرستی اور اقتصادی استحصال کی خو پیدا ہو جانے کا دور بھی ہوتا ہے لہٰذا ہر ایک کو بہت زیادہ محتاط رہنا چاہئے، عوام کو بھی اور حکام کو بھی۔

# دوسرا باب

# اقتصادی ترقی کے بنیادی عناصر وعوامل

# کام کی کیفیت

مزدوروں کو یہ موقع ملنا چاہئے کہ وہ نظام کی خدمت اور قوم کی اقتصادی پیشرفت میں اپنا کردار ادا کریں اور بہترین انداز میں معیاری مصنوعات تیار کریں۔ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ

رَحِمَ اللّٰہُ امْرَأً عَمِلَ عَمَلًا فَاَتْقِنَہُ.

یعنی رحمت خدا ہو اس شخص پر جو کاموں کو بطریق احسن انجام دے۔

مزدور اپنے کام بہترین شکل میں انجام دیں اور یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ خواہ سرکاری یا غیر سرکاری ٹھیکیدار مزدوروں کی کدو کاوش کا احساس کرے یا نہ کرے انہیں مناسب محنتانہ دے یا نہ دے ان کے کام پیش خدا محفوظ ہیں۔ البتہ طریقہ تو یہی ہے کہ مزدوروں کی محنت کا احساس کر کے انہیں مناسب محنتانہ دیا جائے۔ کام کی بطریق احسن انجام دہی اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔

# اسلامی ثقافت میں کام کی قدر و قیمت

قرآنی و اسلامی نقطہ نگاہ سے محنت و مشقت اور کام کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اگر چہ کام

صرف کارخانے، کھیت اور دیگر مقامات تک ہی محدود نہیں ہے تاہم جس عمل صالح پر قرآن میں اتنی زیادہ تاکید کی گئی ہے ان کاموں پر بھی اس کا اطلاق یقیناً ہوتا ہے۔ یعنی جب کام کرنے والا احساس ذمہ داری کے ساتھ کام انجام دیتا ہے، جذبہ عمل کے ساتھ کام کرتا ہے، سنجیدگی و تندہی کے ساتھ عمل کرتا ہے، خلاقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے اور کام کرتے وقت ایک کنبے کے لئے سہولتوں کی فراہمی کی نیت ذہن میں رکھتا ہے تو یہی "عمل صالح" بن جاتا ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے کام کیے [1]

یہ عمل صالح کا مصداق بن جاتا ہے۔ اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟ اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے کہ انسان کام کر رہا ہے کیونکہ اس کی زندگی اسی کام سے وابستہ ہے اور یہی کام عمل صالح کا مصداق بھی بن جائے جسے قرآن میں ایمان کے ہمراہ قرار دیا گیا ہے۔

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

## اقتصادی ترقی میں کام اور عمل کا مقام و مرتبہ

اقتصادی ترقی میں کام کی ترغیب دلائی جانی چاہئے۔ کام کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے۔ یوں تو سرمایہ کاری کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا لیکن سرمایہ کاری کام کا ایک ستون ہے، اس کی بنیاد اور اساس مزدور کی محنت ہے۔ کام میں اگر لگاؤ، مہارت، لگن اور دشواریوں کے تحمل کرنے کا جذبہ نہ ہو تو اس سے ملک کو نجات کے ساحل تک نہیں پہنچایا جا سکتا۔ اس کیفیت والے کام کے بغیر ملک وہاں تک نہیں پہنچ سکتا جہاں اسے پہنچنا ہے۔

---

[1]

ملت ایران آج اقتصادی خودانحصاری کی کوششوں میں مصروف ہے۔تیل پر ملک کے انحصار کوختم کرنے کے لئے کوشاں ہے۔اس کوشش میں ہے کہ ملک کی معیشت کو ایسی ڈگر پر ڈال دیا جائے کہ (عالمی منڈیوں میں) تیل کی قیمت کی گراوٹ کا ملک کے اندر (منفی) اثر نہ پڑے۔ یہ کام کیسے ہوگا؟ ملت ایران اگر خود کو تیل سے بے نیاز کرنا چاہتی ہے تو کام اور کام کے نقطہ نگاہ پر توجہ دیئے بغیر یہ چیز ممکن نہیں ہوگی۔

# محنت کش

## محنت کش کا تقدس

عرف عام میں محنت کش کے لفظ کا ایک تقدس ہونا چاہئے۔محنت کش کا ایک تقدس ہوتا ہے۔محنت کش وہ انسان ہے جو اس لئے کام کر رہا ہے کہ قوم اور ملک خودمختاری کی نعمت سے بہرہ مند ہو۔ یہ خیال تمام لوگوں کے ذہنوں میں بیٹھ جانا چاہئے۔سب کو معلوم ہونا چاہئے کہ محنت کش کی کتنی اہمیت ہے۔محنت کش طبقے کا ملک میں بہت اہم کردار ہے۔ پیداوار کا اصلی بوجھ محنت کش طبقے کے دوش پر ہے۔ یہ "محنت کش" کا عنوان ان تمام افراد پر صادق آتا ہے جو ملک کی ترقی، ملکی پیداوار میں اضافے اور ملک میں کام کی صورت حال کی بہتری کے لئے محنت ومشقت کر رہے ہیں۔

اسلامی معاشرے میں اسلامی عہدہ داران کام اور محنت کشوں کے بارے میں بڑے

احترام سے بات کرتے ہیں یہ محض لفاظی اور تکلفات نہیں ہیں۔ دنیا میں یقیناً ایسے لوگ مل جائیں گے جو بیان بازی کی حد تک مزدوروں سے بڑی ہمدردی ظاہر کرتے ہیں لیکن اس شخص میں جو لوگوں میں مقبولیت بڑھانے کے لئے نعرے دیتا ہے اور اس شخص میں جو کام کو حقیقت میں عمل صالح کا درجہ دیتا اور اسے مقدس سمجھتا ہے بہت فرق ہے۔ یہی آخر الذکر اسلام کا نقطہ نگاہ ہے۔ یعنی محنت کش (کام کے وقت) عبادت کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس کا کام عبادت ہے۔

## محنت کش طبقے کے سلسلے میں نظام کا فرض

یقیناً اسلامی جمہوری نظام کا ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ محنت کش طبقے کو، جو ملک کی پیداوار اور معیشت کا پہیہ گھمانے میں سب سے بڑا کردار ادا کر رہا ہے، اس کے انسانی و اسلامی حقوق سے بہرہ مند کرے۔ محنت کشوں کی زندگی میں مادی و معنوی لحاظ سے بہتری آئے۔ مناسب قوانین کے اجراء اور روزگار کے نئے نئے مواقع ایجاد ہونے کے بعد ایرانی معاشرے میں غربت باقی نہیں رہنا چاہئے۔ مزدور جو معاشرے کے مستضعف طبقے میں شامل ہیں معاشی ترقیاتی منصوبوں میں انہیں ترجیح دی جانی چاہئے۔ اگر محنت کشوں کی ضروریات پوری ہوں تو کام زیادہ بہتر طریقے سے انجام پائے گا۔

## معاشرے میں محنت کش طبقے کی قدر و قیمت

ملک کی خودمختاری "کام" پر موقوف ہوتی ہے۔ کوئی بھی ملک اور کوئی بھی قوم کام کے سلسلے میں بے توجہی، بیکاری اور تعیش پسندی کے ساتھ کسی منزل پر نہیں پہنچ سکتی۔ ممکن ہے کہ کسی ایک شعبے سے آمدنی ہو رہی ہو اور بظاہر عیش کے ساتھ زندگی گزر رہی ہو، غیر ملکی اشیاء معاشرے

میں اٹی پڑی ہوں لیکن (معاشرہ) خودمختاری سے محروم ہوگا۔ خودمختاری کی نعمت سے مالا مال قوم کے وقار کا دارومدار کام پر ہی ہوتا ہے۔

یہ ہے کام کی قدروقیمت۔

اسلامی نظام اس نقطہ نگاہ سے محنت کش طبقے کو دیکھتا ہے اور اسی نقطہ نگاہ کے تحت محنت کشوں کے ہاتھوں کو بوسہ دینے کو ثواب کا کام سمجھتا ہے۔ جس نے بھی کسی مزدور کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اس نے بالکل صحیح عمل انجام دیا ہے کیونکہ (ایسا کرکے) اس نے اپنی قوم اور اپنے ملک کی خودمختاری کے ایک اہم عامل اور عنصر کا احترام کیا ہے۔ کام کی اتنی زیادہ اہمیت ہے۔

## سرمایہ دارانہ، اشتراکی اور اسلامی نظاموں میں محنت کش طبقہ

سرمایہ دارانہ نظام والے ملکوں میں مزدور محض ایک وسیلہ ہوتا ہے، کام کروانے والے کی خدمت کا ایک ذریعہ۔ محنت کش طبقے کی حمایت کے بڑے بڑے دعوے کرنے والے نابود شدہ اشتراکی مکتب فکر میں امپلائر اور محنت کشوں کے مابین جنگ اور ٹکراؤ کی کیفیت ہوتی تھی۔ یہ (اشتراکی) نظام اسی جنگ کی روٹی کھاتے تھے اور خود کو محنت کش طبقے کا حامی و طرفدار کہتے تھے۔ اس زمانے میں سابق سویت یونین کے نام نہاد اشتراکی نظام میں وہی سرمایہ داری کی بساط بچھی ہوئی تھی، وہی اسراف ہو رہا تھا، وہی گوناگوں مالی بدعنوانیاں تھیں البتہ مزدور اور محنت کش طبقے کی حمایت و دفاع کے نام پر۔ ان کی روش ٹکراؤ اور تنازعے کی روش تھی۔

اسلام، اسلامی نظام اور اسلامی جمہوریہ ان دونوں میں سے کسی بھی روش سے متفق نہیں ہے۔ اس کا ماننا ہے کہ امپلائر اور کام کے مواقع ایجاد کرنے والوں کا وجود ایک بازو ہے تو افرادی قوت دوسرا بازو۔ ان دونوں کا وجود اور باہمی تعاون ضروری ہے۔ حکومت کی ذمہ داری، تعاون

کے لئے ان دونوں کے درمیان عدل و انصاف کی ایک لکیر کھینچنا ہے تا کہ کوئی بھی دوسرے کے حقوق پر تجاوز نہ کرے۔ اگر یہ صورت حال ہو تو معاشرہ پوری صحتمندی کے ساتھ حرکت کرے گا۔ نہ اسراف اور فضول خرچی کا چلن ہوگا اور نہ ایک طبقے کی محرومی کو اس طبقے کی (تقدیر اور) ثقافت کا جز تصور کیا جائے گا۔ یہ اسلامی جمہوری نظام کی منطق و روش ہے۔

# خواتین

## تعمیر و آبادکاری کے دوران خواتین کا کردار

اسلامی ملک کی تعمیر و آبادکاری کے دور میں، جب قوم اور حکام اس کوشش میں ہیں کہ عظیم مملکت ایران مادی لحاظ سے بھی، سماجی نظم وضبط کے لحاظ سے بھی اور روحانی و معنوی اعتبار سے بھی حقیقی تعمیر و آبادکاری کی منزلیں طے کرے، سب سے زیادہ انحصار افرادی قوت پر ہے۔ یعنی اگر کوئی ملک حقیقی تعمیر و آبادکاری کی منزلیں طے کرنا چاہتا ہے تو اس کا سب سے زیادہ تکیہ، توجہ اور ارتکاز افرادی قوت پر ہونا چاہئے۔

جب افرادی قوت کی بات ہو تو ہمیں اس بات پر توجہ رکھنا چاہئے کہ ملک کی آدھی آبادی اور نصف افرادی قوت ملک کی عورتوں پر مشتمل ہے۔ اگر عورتوں کے بارے میں غلط نقطہ نگاہ اپنایا جائے تو وسیع سطح پر حقیقی تعمیر و آبادکاری ممکن نہیں ہوگی۔ خود خواتین کو بھی عورت کے بارے میں اسلامی نقطہ نگاہ کی پوری واقفیت و آگاہی ہونا چاہئے اور معاشرے کے تمام لوگ اور

اسلامی ملک کے تمام مرد بھی یہ سمجھیں کہ عورت کے تعلق سے اسلام کا نظریہ، زندگی کے شعبوں میں عورت کے کردار، فعالیت، تعلیمی سرگرمیوں، سماجی، سیاسی اور علمی امور سے متعلق کوششوں، گھر کے اندر اور گھر کے باہر عورت کے کردار کے بارے میں اسلام کا نظریہ کیا ہے؟

مسلمان مرد کی طرح مسلمان عورت کو بھی یہ حق ہے کہ حالات کے تقاضے کے مطابق جو فرائض اپنے دوش پر دیکھے انہیں پورا کرے اور جو خلا محسوس کرے اسے بھرنے کی کوشش کرے۔ چنانچہ اگر کوئی لڑکی ڈاکٹر بننا چاہتی ہے یا اقتصادی سرگرمیاں انجام دینا چاہتی ہے اور دیگر علمی موضوعات پر کام کرنا چاہتی یا یونیورسٹی میں تعلیم و تدریس میں دلچسپی رکھتی ہے، یا سیاسی میدان میں وارد ہونا چاہتی ہے یا نامہ نگار بننا چاہتی ہے تو اس کے لئے دروازے کھلے ہونا چاہئے۔ اسلامی معاشرے میں عفت و پاکیزگی اور مرد و زن کے عدم اختلاط کی شرط کے ساتھ مرد و عورت دونوں کے لئے دروازے کھلے رکھے گئے ہیں۔ اس کا ثبوت اس موضوع کی وہ اسلامی تصنیفات ہیں جو (اس وقت بھی) موجود ہیں۔ تمام اسلامی احکامات میں مرد و زن کو یکساں طور پر سماجی ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں۔

عورتوں کو بھی مسلمانوں کے امور، اسلامی معاشرے کے مسائل اور عالم اسلام کے معاملات اور دنیا میں درپیش مسائل کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے عمل کرنا چاہئے کیونکہ یہ (ان کا) اسلامی فریضہ ہے۔

## عورتوں کی اقتصادی سرگرمیاں

اسلام کے نقطہ نگاہ سے عورتوں کے لئے سیاسی، اقتصادی اور علمی سرگرمیوں اور محنت و مشقت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی اسلامی نظریے کو بنیاد قرار دیکر عورت کو علمی

سرگرمیوں سے محروم کرنے کی کوشش کرے، اقتصادی فعالیت سے دور رکھنے کی کوشش کرے یا سیاسی وسماجی کردار سے محروم کرنے کا ارادہ رکھے تو اس نے حکم خدا کے خلاف عمل کیا ہے۔عورتیں اپنی جسمانی توانائی اورضرورتوں اوراحتیاج کے مطابق سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہیں۔وہ اپنی طاقت وتوانائی کے مطابق سیاسی، سماجی اوراقتصادی سرگرمیاں انجام دے سکتی ہیں۔البتہ چونکہ جسمانی لحاظ سے مرد کے مقابلے میں عورت نازک ہوتی ہے اس لئے اس کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔عورت پر بھاری کام مسلط کرنا اس کے حق میں ناانصافی ہے۔اسلام اس کا مشورہ نہیں دیتا، البتہ (واضح طور پر) منع بھی نہیں کرتا۔ہاں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلاۃ و السلام سے (اس سلسلے میں) ایک روایت منقول ہے:

الْمَرْأَةُ رَيْحَانَةٌ وَلَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَةٍ.[1]

یعنی عورت پھول ہے "قہرمان" نہیں۔

قہرمان آبرومند خادم کو کہتے ہیں۔

مولا فرماتے ہیں کہ آپ کے گھروں میں عورتیں لطیف پھول کی مانند ہیں ان سے بہت توجہ اورنرمی کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔عورت آپ کی خادمہ نہیں ہے کہ آپ بھاری اورمحنت کے کام اس کے ذمے کرنے کی کوشش کریں۔یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔

## اسلامی شریعت کے زاویہ نگاہ سے عورتوں کی اقتصادی سرگرمیاں

سماجی سرگرمیوں کے میدان میں جس میں اقتصادی سرگرمیاں، سیاسی سرگرمیاں، علمی سرگرمیاں، تعلیمی سرگرمیاں، تدریسی سرگرمیاں، راہ خدا میں جدوجہد، سب شامل ہیں، زندگی کے

---

[1] الکافی (ط-الاسلامیۃ) / ج5 / 510 / باب إكرام الزوجۃ..... ص:509

ان تمام میدانوں میں اسلام کے نقطہ نگاہ سے مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اسلام کی نظر میں انسانی معاشرے سے متعلق تمام سرگرمیوں اور جملہ کارہائے زندگی میں عورت اور مرد کو (فعالیت کی) یکساں اجازت دی گئی ہے۔

البتہ کچھ کام ہیں جو عورتوں کے لئے نہیں ہیں کیونکہ ان کی جسمانی ساخت کے مطابق نہیں ہیں، بعض کام ہیں جو مردوں کے لئے نہیں ہیں کیونکہ وہ ان کے مزاج اور جسمانی ساخت سے میل نہیں کھاتے۔ اس چیز کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ عورت سماجی سرگرمیوں کے میدان میں موجود رہ سکتی ہے یا نہیں۔ کام کی تقسیم وسائل، شوق وجذبے اور کام کے تقاضوں کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر عورت کو دلچسپی ہے تو وہ گوناگوں سماجی سرگرمیاں اور معاشرے سے متعلق کام انجام دے سکتی ہے۔

اب کوئی اسلامی نقطہ نگاہ کا حوالہ دیکر عورت کو اقتصادی اور سماجی سرگرمیوں سے روک دے تو یہ غلط ہے۔ اسلام نے ہرگز ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے۔ دوسری طرف اسلام نے یہ بھی نہیں کہا ہے کہ عورت کو طاقت فرسا کاموں، دشوار اقتصادی، سیاسی یا سماجی امور کی انجام دہی پر مجبور کیا جائے۔

یہ جو بعض افراد کہتے ہیں کہ عورت ہر حال میں کام کرے اور پیسہ کمائے، غلط ہے۔ یہ چیز خلاف شریعت تو نہیں لیکن اسلام ان چیزوں کی سفارش بھی نہیں کرتا۔ اسلام کا نقطہ نگاہ اعتدال پسندانہ نقطہ نگاہ ہے۔ یعنی اگر عورت کے پاس فرصت اور وقت ہے، بچے کی پرورش رکاوٹ نہیں بن رہی ہے اور اس میں جسمانی طاقت وتوانائی اور شوق وجذبہ بھی ہے اور وہ سماجی، سیاسی اور اقتصادی میدان میں وارد ہونا چاہتی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن یہ کہ اسے مجبور کیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ وہ ہر صورت میں کام کرے اور روزانہ فلاں مقدار میں پیسہ کمائے تا کہ اس کی آمدنی سے گھر کے خرچ کا ایک حصہ پورا ہو تو یہ نہیں ہونا چاہئے۔ اسلام نے عورتوں سے یہ

مطالبہ نہیں کیا ہے۔اس چیز کو عورت کے ساتھ ایک طرح کی زیادتی قرار دیتا ہے۔

اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ علمی، اقتصادی، سماجی اور سیاسی میدانوں میں عورت کے ساتھ کوئی اجبار و اکراہ نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی اس کے سدراہ بننا چاہئے۔ اگر خواتین سماجی اور سیاسی سرگرمیوں میں شامل ہونا چاہتی ہیں تو کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ البتہ علمی سرگرمیاں بہت بہتر ہیں اور انہیں دیگر سرگرمیوں پر ترجیح حاصل ہے۔

# کفایت شعاری

## اقتصادی ترقی میں کفایت شعاری کی اہمیت

کفایت شعاری کا مطلب خرچ نہ کرنا نہیں ہے۔ کفایت شعاری کا مطلب صحیح خرچ کرنا، بجا خرچ کرنا، سامان ضائع نہ کرنا، استعمال کو کارآمد اور ثمر بخش بنانا ہے۔ مال اور معیشت میں اسراف یہ ہے کہ انسان مال خرچ کرے اور اس کا کوئی فائدہ اور نتیجہ بھی نہ ہو۔ بے مقصد خرچ کرنا درحقیقت مال کو ضائع کرنا ہے۔ معاشرے میں پیداوار اور خرچ کے مابین مناسب تناسب ہونا چاہئے۔ تناسب پیداوار کے حق میں ہونا چاہئے یعنی معاشرے کی پیداوار معاشرے کے خرچ سے زیادہ ہونا چاہئے۔ معاشرہ ملک کی پیداوار سے استفادہ کرے اور جو بچ جائے اسے ملک کی تعمیر و ترقی میں صرف کیا جائے۔ قرآن کریم کی آیتوں میں متعدد مقامات پر معاشی امور میں اسراف سے گریز پر زور دیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہی ہے۔ اسراف سے اقتصادیات کو بھی

نقصان پہنچتا ہے اور ثقافت پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔

اگر معاشرہ اسراف کی بیماری سے دوچار ہو جاتا ہے تو ثقافتی لحاظ سے بھی اس پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بنابریں کفایت شعاری اور اسراف سے پرہیز کا مسئلہ صرف اقتصادی مسئلہ نہیں بلکہ اقتصادی مسئلہ کے ساتھ ساتھ سماجی مسئلہ بھی ہے اور ثقافتی مسئلہ بھی ہے۔ اس سے ملک کے مستقبل کے لئے خطرات پیدا ہو جاتے ہیں۔

# روحانیت ومعنویت

## اقتصادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانیت ومعنویت کی ضرورت

اسلامی انقلاب آیا تاکہ ملت ایران کو حیات طیبہ کا تحفہ پیش کرے۔ حیات طیبہ یعنی وہ چیز جس کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

لَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

ہم اسے (دنیا میں بھی) پاک و پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔ [۱]

اس انقلاب کا یہ نصب العین اور ثمرہ ہے۔ حیات طیبہ یعنی یہ کہ معاشرہ مادی اور روزمرہ کی زندگی کے لحاظ سے رفاہ و آسائش، تحفظ و سلامتی، علم و دانش، سیاسی وقار، اقتصادی خودمختاری، مالیاتی چہل پہل اور اقتصادی رونق سے بہرہ مند رہے اور معنوی و روحانی لحاظ سے بھی با ایمان،

---

[۱] سورۂ نحل: ۹۷

خدا شناس اور پرہیزگار انسان جو اعلیٰ الٰہی اقدار و اخلاقیات سے آراستہ ہوں اس میں زندگی بسر کریں۔ یہی حیات طیبہ ہے۔

دنیا میں بعض جگہوں پر اقتصادی چہل پہل اور مادی رفاہ و آسائش تو کسی حد تک نظر آتی ہے لیکن روحانیت ناپید ہوتی ہے۔ جب معاشرے میں روحانیت نہ ہو تو اقتصادی آسودگی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس سے نہ تفریق ختم ہوتی ہے، نہ سماجی انصاف قائم ہوتا ہے، نہ بھوک و افلاس مٹتی ہے اور نہ بدعنوانی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ صرف اقتصادی چہل پہل ہی تو ملک کا سب کچھ نہیں ہے۔

آپ امریکی قوم کو دیکھئے! اقتصادی سرگرمیوں کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ان کی پیداوار بہت زیادہ ہے، ان کی علمی و سائنسی ترقی بہت زیادہ ہے، ان کے کارخانے (باقاعدگی سے) سے کام کر رہے ہیں۔ پوری دنیا کو اپنی مصنوعات صادر کر رہے ہیں اور ملک کی آمدنی بڑی اچھی ہے۔ لیکن یہ قوم اس اقتصادی ترقی سے حقیقی فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ کیوں؟ کیونکہ اس ملک میں روحانیت ہے نہ سلامتی، نتیجے میں خودکشی اور نوجوانوں کی گمراہی اور بے راہروی بہت زیادہ ہے۔ بچے بارہ تیرہ سال کی عمر سے قتل کرنا سیکھ جاتے ہیں، خاندان بکھرتے جا رہے ہیں۔ میاں بیوی ایک دوسرے کو اپنے لئے تکیہ گاہ تصور نہیں کر سکتے۔ نہ عورت کو اس پر اطمینان ہوتا ہے کہ اس کا شوہر ہے اور نہ شوہر کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ اس کی بیوی موجود ہے! خاندان والی بات ہی نہیں ہے۔

آج خود امریکی کہتے ہیں، ان کے جرائد لکھتے ہیں، روشن فکر افراد اور سیاستداں حضرات کہتے ہیں کہ امریکی معاشرے میں روحانیت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہاں دین و ایمان نہیں ہے۔ اقتصادی آسودگی کسی حد تک ہے لیکن یہ اقتصادی رفاہ و آسودگی بھی ہر ایک کے لئے نہیں ہے۔ اس ملک کی آمدنی بنیادی طور پر ایک مخصوص گروہ کے پاس جاتی ہے بقیہ افراد کو اس میں سے کچھ نہیں ملتا۔

یہ اس معاشرے کا حال ہے جس کے پاس مادیت ہے لیکن معنویت و روحانیت نہیں ہے۔ اسلام ایسا معاشرہ تشکیل نہیں دینا چاہتا۔ اسلام چاہتا ہے کہ مادیت بھی ہو اور معنویت بھی، پیسہ و رفاہ بھی ہو اور دین و ایمان بھی، معاشرے میں اقتصادی ترقی و پیشرفت بھی ہو اور اخلاقی و روحانی ارتقاء بھی ہو۔ یہ ہے اسلام کی حیات طیبہ۔

# نظم وضبط

## مالیاتی و اقتصادی نظم وضبط

مالی نظم وضبط یعنی زیادہ روی اور اسراف کا مقابلہ۔ چیزوں کے استعمال اور پیسے کے خرچ میں زیادہ روی، فضول خرچی اور اسراف بالکل اچھی بات نہیں ہے۔ یہ جود وسخاوت ہے نہ کرم وعطا، یہ محض اقتصادی بدنظمی ہے۔ جو لوگ بلا وجہ خرچ کرتے ہیں، زیادہ خرچ کرتے ہیں، چیزوں کا بے تحاشہ استعمال کرتے ہیں، اقتصادی وسائل کے لحاظ سے معاشرے کی حالت کا خیال نہیں رکھتے وہ مالی و اقتصادی نقطہ نگاہ سے بدنظم لوگ ہیں۔ ذاتی سرمائے اور حلال راستے سے کمائے گئے پیسے کا بھی بے تحاشہ خرچ نظم وضبط کے منافی ہے۔ جو لوگ سرکاری مال اس طرح استعمال کرتے ہیں وہ تو اور بھی بدتر ہیں۔ حکام عوامی سرمائے کو ایسی جگہ خرچ کرنے سے شدت سے اجتناب کریں جو ترجیحات میں شامل نہیں ہے، ممکن ہے وہاں ضرورت ہو لیکن وہ ترجیحات میں شامل نہ ہو۔ جب ترجیحی ضرورت اور غیر ترجیحی ضرورت کا معاملہ ہو تو اجتناب کریں۔ جہاں

ضرورت اور احتیاج نہیں ہے وہاں کی تو خیر بات ہی اور ہے۔ اس جگہ بھی جہاں ضرورت و احتیاج ہے لیکن کسی دوسری جگہ اس سے زیادہ ضرورت ہے تب بھی وہاں پیسہ خرچ نہ کیا جائے بلکہ یہ پیسہ وہاں لگایا جائے جہاں زیادہ ضرورت ہے۔

# تیل

## تیل کے کنوؤں کو بند کر دیا جائے

میری سب سے بڑی آرزو [ جو ممکن ہے کہ اتنی جلدی پوری نہ ہو سکے ] یہ ہے کہ ایران تیل کے کنوؤں کو بند کر دے اور تیل سے ہٹ کر دیگر مصنوعات اور پیداوار پر اپنی معیشت کی بنیاد رکھے۔ یعنی یہ فرض کر لیا جائے کہ ایران کے پاس تیل نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ البتہ ممکن ہے کہ یہ کام چند برسوں میں اور اتنی جلدی انجام نہ پا سکے کیونکہ ایران میں بدعنوان اور پٹھو پہلوی حکومت کے دور میں دشمنوں نے بے حد تباہی مچائی ہے اور ملت اور ملک کو اس طرح تیل پر منحصر کر دیا ہے کہ یہ کام آسانی سے انجام نہیں پا سکے گا۔ تاہم کبھی نہ کبھی یہ کام ضرور انجام دیا جانا چاہیئے اور وہ ایسا دن ہوگا جب ملت ایران اپنا سرمایہ مفت میں ان لوگوں کو دینے کے بجائے جو خباثت آمیز انداز میں ملکوں کے سرمائے استعمال کر رہے ہیں، اپنے ذاتی وسائل کی بنیاد پر اپنے پیروں پر کھڑی ہو چکی ہوگی۔

افسوس کہ یہ کام اس وقت ممکن نہیں ہے۔ اس وقت تیل پیدا کرنے والے بعض ممالک

کی خیانتوں اور عالمی لٹیروں کے ساتھ ان کی ساز باز کا نتیجہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ تیل ان ممالک کے لئے جو تیل پیدا کرتے ہیں نفع بخش اور سیاسی و اقتصادی مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہو، (تیل کے صارف) ممالک کا حربہ بنا ہوا ہے! بالکل اس سامان کی مانند جس کی کوئی مانگ اور ضرورت باقی نہ رہ گئی ہو! جبکہ تیل ایسی چیز ہے کہ اگر آج اس کی فروخت بند کر دی جائے تو دنیا میں روشنی، حرارت اور صنعتی حرکت رک جائے گی۔ آج کی صنعتی تہذیب کی بنیاد مشینیں ہیں۔ اگر تیل نہ ہو تو یہ مشینیں ٹھپ پڑ جائیں گی۔ تیل کی اہمیت اتنی زیادہ ہے۔

## قومی معیشت کے تیل کی آمدنی پر عدم انحصار کی ضرورت

ایرانی قوم اور معیشت کو تیل سے الگ ہونا چاہئے کیونکہ بدقسمتی سے آج دنیا میں تیل، لٹیرا پن، پوری دنیا کو ہڑپ لینے کی خواہشمند اور سامراجیوں سے وابستہ کمپنیوں کی سیاست کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ درحقیقت تیل انہی کی مٹھی میں ہے۔ جب چاہتی ہیں تیل کی قیمت کم کر دیتی ہیں، اس کی پیداوار میں کمی یا زیادتی کر دیتی ہیں۔ تیل تو ان ملکوں کی دولت ہے جو اس کے ذخائر کے مالک ہیں لیکن اس کی پالیسیاں دوسروں کے ہاتھوں میں ہیں۔

تیل سے بے نیاز معیشت پر تکیہ ایک، دو سال اور پانچ سال میں ممکن نہیں ہے۔ یہ چیز رفتہ رفتہ اور وقت گزرنے کے ساتھ ممکن ہوگی۔ ملک کے حکام امور مملکت کو چلانے کے لئے، مختلف کاموں کی انجام دہی کے لئے، امپورٹ اور سروسز کے لئے، تعلیم و تربیت اور کرنٹ بجٹ کے لئے، تیل فروخت کرنے پر مجبور نہ ہوں جو ملت ایران کا سرمایہ ہے۔ اس کے بدلے گیہوں اور دودھ کا پاؤڈر امپورٹ کرنے پر مجبور نہ ہوں۔ یہ درست نہیں ہے۔ یہ "خشت کج" ہے جو پہلوی حکومت

میں رکھی گئی ہے۔[1]

پہلوی سلطنت نے جو دسیوں خیانت آمیز کام کیئے ان میں ایک یہ ہے کہ اس نے ملک کی معیشت کو تیل پر منحصر کر دیا۔اس صورت حال کو آسانی سے بدلا نہیں جا سکتا۔

# منصوبہ بندی

## اقتصادی منصوبہ بندیوں میں کم آمدنی والے طبقے پر توجہ

حکومت کے اقتصادی منصوبوں میں جو نقص بڑی آسانی سے نظروں میں آجاتا ہے یہ ہے کہ منصوبہ بندیوں کے آغاز سے حکومت کے مطلوبہ نتائج کے حصول تک کے درمیانی وقفے میں معاشرے کے کمزور طبقے کو بڑی دشواریاں تحمل کرنا پڑ جاتی ہیں۔ یہ چیز صاف محسوس کی جا سکتی ہے۔حکومت کی اقتصادی پالیسیوں کے بارآور ہونے اور مانگ اور پیداوار میں توازن قائم ہونے تک، وہ وقت آنے تک جب سارے لوگ پیداوار سے صحیح طور پر استفادہ کر سکیں ممکن ہے کچھ فاصلہ ہو۔اس فاصلے میں یہ (کمزور) طبقے سختیاں برداشت کرتے ہیں۔

---

[1] معروف شعر کی جانب اشارہ ہے:

خشت اول چون نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

# صحیح انتظام

## اقتصادی ترقی میں پرخلوص انتظامی کردار کی ضرورت

ایران معقول اقتصادی ترقی کا ہدف حاصل کرنے پر قادر ہے۔ یہ جو بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ کام نہیں ہو پائے گا، پیشرفت ممکن نہیں ہے، مسائل کو حل کرنا ممکن نہیں ہے، یہ غلط نظریہ اور خوداعتمادی کی کمی ہے۔ ہمدرد و کارآمد انتظامی سسٹم، فرض شناسی اور انسانی صلاحیتوں اور استعداد کے استعمال سے بند دروازوں کو کھولا جا سکتا ہے۔ جہاں بھی فرض شناس، مومن اور ہمدرد انتظامی عہدہ دار تھے اور انہوں نے عوام اور اسلامی نظام کے تعلق سے اپنے فرائض، اپنی عقل و تدبیر اور ایمان و اخلاص کے مطابق کام کیا وہاں اسلامی نظام کو کامیابیاں ملیں۔

ایران بعض پیچیدہ ترین صنعتوں کے میدان میں بھی کہ ایک وقت ایسا تھا جب ملک کے صنعت کار اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، اپنی انتظامی صلاحیتوں اور درست اقدامات کی بنا پر مطلوبہ مقام پر پہنچ چکا ہے۔ بہت سے حریف، دشمن اور اغیار اس حقیقت کو ہضم نہیں کر پا رہے ہیں۔لیکن بہرحال کبھی نہ کبھی تو انہیں یقین آئے گا، چونکہ وہ اس کے اثرات گوشہ وکنار میں دیکھ رہے ہیں۔ دفاعی صنعت کے میدان میں ایران کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے؟!

(مسلط کردہ) جنگ کے زمانے میں ایران معمولی ترین فوجی ساز وسامان تیار کرنے میں مشکلات سے دوچار تھا لیکن آج بہت سے انتہائی پیچیدہ ساز وسامان بھی، جو بہت سے ایسے ممالک کے پاس بھی نہیں ہیں جن کے پاس اس صنعت کا ایران سے زیادہ تجربہ ہے، انہی فرض شناس جوانوں اور بااخلاص انتظامی عہدہ داروں نے دفاعی صنعت کے شعبے میں تیار کر لیا ہے۔

صنعتی توانائی واستعداد کو محدود نہیں کیا جاتا۔ اگر کسی ایک جگہ پر صلاحیت وتوانائی ہے تو اسے پوری صنعت میں پھیلایا جا سکتا ہے۔ دیگر پیداواری شعبوں میں بھی ایسا ہی ہے۔ ملک میں درجنوں ڈیم بنائے جا چکے ہیں۔

انقلاب کے اوائل میں ایک ڈیم میں رساؤ تھا۔ اس وقت بعض افراد جمع ہوئے اور انہوں نے یہ فیصلہ سنایا کہ جن انجینئروں نے اس ڈیم کی تعمیر کی ہے انہیں فلاں یورپی ملک سے بلایا جائے اور ان سے کہا جائے کہ اس رساؤ کو روکیں۔ لیکن باایمان وفرض شناس جوانوں نے اور ایران کے جذبہ ہمدردی سے سرشار انہی انتظامی عہدہ داروں نے ان چند برسوں میں درجنوں ڈیم تعمیر کر ڈالے۔

بنابریں امور کی باگڈور فرض شناس اور جذبہ ہمدردی سے سرشار منتظمین کے ہاتھوں میں ہونا چاہئے۔ بلند ہمتی، فرض شناسی، ایمان، اسلامی نظام پر عقیدہ اور الٰہی محاسبے کا خوف منتظمین کے اندر ضروری ہے تا کہ یہ کام انجام پا سکیں۔

# خوداعتمادی

## تعمیر وآبادکاری میں خوداعتمادی کی اہمیت

ملک کے حکام اور انتظامی امور کے ذمہ داروں میں خوداعتمادی کا موضوع ایران کے انقلاب کی بنیادی اقدار میں شامل ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ملک کی تعمیر وترقی کی بنیادیں متزلزل ہو سکتی

ہیں۔ملک کے مختلف شعبوں میں مصروف کار عہدہ داروں کے اندر خوداعتمادی کے جذبے اور اس خیال کو تقویت پہنچائی جانی چاہئے کہ اسلامی جمہوریہ، ملت ایران اور اس ملک کے افراد اسے بلندیوں کے نقطہ کمال پر پہنچانے پر قادر ہیں۔علاقے کے سب سے بڑے ڈیم کو، جو" کرخہ ڈیم" ہے، سپاہ پاسداران انقلاب کے جوانوں نے تعمیر کیا ہے۔اس سے چند سال قبل جب کرخہ ڈیم کی تعمیر ہو رہی تھی میں نے جا کر اس کا معائنہ کیا۔میں نے دیکھا کہ ڈیم کے روبرو پہاڑ کے اوپر جلی حروف میں، جو کئی کلومیٹر کے فاصلے سے پڑھا جا سکتا تھا، امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ لکھا ہوا تھا:

"ہم (ہر کام) انجام دے سکتے ہیں۔"

جی ہاں! بالکل کر سکتے ہیں۔

# اصلاح

## اقتصادی ترقی میں اصلاح کی ضرورت

اصلاح ایک لازمی اور ضروری حقیقت ہے، ملک میں اسے انجام دیا جانا چاہئے۔ اصلاح تو ایران کے نظام کی دینی و انقلابی ماہیت و تشخص کا جز ہے۔اگر بدلتے حالات کے ساتھ اصلاح انجام نہ دی جائے تو نظام تباہ ہو جائے گا، غلط راستے پر چل پڑے گا۔

اصلاح ایک فریضہ ہے۔

خود اصلاح ایک لازمی عمل ہے جو انجام پانا چاہئے۔

اگر اصلاحات نہ ہوں تو دولت کی تقسیم غیر منصفانہ انداز میں انجام پاتی ہے، غربت پھیلتی ہے، زندگی دشوار ہو جاتی ہے، ملک کے ذخائر کا صحیح استعمال نہیں ہو پاتا، بڑے دماغ فرار ہونے لگتے ہیں اور جو دماغ باقی رہ جاتے ہیں ان سے بھرپور استفادہ نہیں کیا جاتا۔ لیکن اگر اصلاحات ہوں تو یہ آفتیں، یہ نقصانات اور ایسی ہی دیگر درجنوں مصیبتیں پیش نہیں آتیں۔

# صنعت

## اقتصادی ترقی میں صنعت کا کردار

ملکی معیشت کی ترقی کا ہراول دستہ صنعتی شعبہ ہوتا ہے۔ صنعتی شعبے کو بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ، انتظامی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر، عوامی سرمائے کے لئے میدان کھول کر اور راستہ صاف کر کے، تا کہ عوام صنعتی شعبے میں سرمایہ کاری کر سکیں، صنعتی شعبے کو آگے بڑھانا چاہئے۔ متعلقہ حکام کے سسٹم میں مالیاتی و اقتصادی بدعنوانی ملکی معیشت کے پیکر میں سرایت کر جاتی ہے لہٰذا اس کا سد باب کر دیا جانا چاہئے۔

سد باب کی اس کوشش کو سنجیدگی سے لیا جانا چاہئے۔ یہ چیز اچھے سرمایہ کاروں کے اطمینان خاطر اور احساس تحفظ کا وسیلہ و ذریعہ ہے۔ سرمایہ کار غلط فائدہ تو اٹھانے کی فکر میں رہتا نہیں وہ نفع کمانا چاہتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جو بھی سرمایہ کاری کرتا ہے نفع حاصل کرنے کے لئے سرمایہ کاری کرتا ہے

اوراس میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے، یہ نفع جائز ہے۔ جائز اور ناجائز فائدے ومنافع کے درمیان فرق واضح ہونا چاہئے۔ ناجائز فائدے اور منافع کا سد باب کیا جانا چاہئے جو بنیادی طور پر فرائض کے سلسلے میں بے توجہی، ہمدردی کے جذبہ سے دوری اور گوناگوں لغزشوں کا نتیجہ ہوتا ہے، اسمگلنگ کا صحیح معنی میں مقابلہ کیا جانا چاہئے۔

# قومی اتحاد

## قومی اتحاد ویکجہتی، اقتصادی ترقی کی لازمی شرط

اگر کوئی قوم اتحاد ویکجہتی کے ساتھ معاشی میدان میں قدم رکھتی ہے تو یقینی طور پر پیشرفت کرتی ہے۔ اسے جنگ درپیش ہو اور وہ میدان میں اترے تو وہاں بھی اس کی فتح ہوتی ہے۔ قومی اتحاد کے ذریعے قومی وقار کی بہتر طور پر حفاظت کی جاسکتی ہے۔ کوئی بھی قوم ہو وہ قومی اتحاد کے زیر سایہ اپنے تمام اہم مقاصد اور بلند اہداف کی تکمیل کر سکتی ہے۔ اختلاف، تفرقہ و انتشار، دلوں کی آپس میں ایک دوسرے سے دوری وجدائی، حلقوں، جماعتوں، گروہوں، افراد اور شخصیات کو ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑا کر دینا، اس سے کوئی بھی خدمت نہیں کی جاسکتی، اس سے کوئی بھی مدد نہیں مل سکتی۔

# تیسرا حصہ

# اسلامی معیشت میں دولت کا حصول

# اسلام میں دولت کا حصول

قانونی اور جائز طریقے سے دولت مند بننے میں اسلام کی نظر سے کوئی قباحت نہیں ہے۔حکومتی عہدہ داروں کو چاہئے کہ عوام کو اقتصادی سرگرمیوں اور فعالیت میں شراکت کی راہوں سے آشنا وآگاہ کریں۔

اس طرح کی پالیسیاں معاشرے کے لئے عمومی دولت پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اسلام نے دولت کمانے سے ہرگز نہیں روکا ہے۔ البتہ دولت پیدا کرنے اور دوسروں کا سرمایہ لوٹنے میں بڑا فرق ہے۔

کبھی یہ ہوتا ہے کہ کوئی عمومی سرمائے پر دست درازی کرتا ہے،کبھی کوئی شخص غیر قانونی طریقوں سے، قانون کی پابندی کو ترک کر کے مادی وسائل حاصل کرتا ہے، یہ چیزیں ممنوع ہیں۔لیکن اگر قانونی طریقے سے دولت حاصل کی جائے تو شریعت مقدسہ اور اسلام کی نظر سے یہ فعل پسندیدہ و مستحسن ہے۔ دولت حاصل کی جانی چاہئے لیکن اسراف سے بچنا چاہئے۔ اسلام کہتا ہے کہ دولت حاصل کیجئے لیکن اسراف نہ کیجئے۔

فضول خرچی کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔آپ نے جو دولت حاصل کی ہے اس کو بنیاد اور ذریعہ بنا کر مزید دولت حاصل کیجئے۔ پیسے کو جمود اور بانجھ پن کا شکار نہ بنایئے۔ اسلام میں

اس کو "کنز" تیار کرنے کا نام دیا گیا ہے۔ اسی طرح فضول خرچی اور پیسے کے خرچ میں بے احتیاطی سے پرہیز کیجئے، پیسہ غیر ضروری چیزوں پر خرچ نہ کیجئے۔ ان چیزوں کا بھی خیال کیجئے اور ساتھ ہی دولت بڑھانے کی بھی فکر میں رہئے۔ عوام کی دولت درحقیقت ملک کا عمومی سرمایہ ہے، اس سے سب کو فائدہ پہنچتا ہے۔

## قومی ثروت کے اضافے کی شرائط

قومی ثروت کے لحاظ سے ملک کو بے نیاز اور خودکفیل بنانے کے لئے ضروری ہے کہ سرمایہ کاری، اقتصادی سرگرمیاں اور دولت کی پیداوار ملک کے تمام فعال افراد کے اختیار میں قرار پائیں۔ یعنی ہر ایک کو اس میدان میں کام کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔ حکومت کو چاہئے کہ اس کی حمایت کرے اور قانون بھی اس میں ممد و معاون ثابت ہو۔

## اسلامی اقتصادیات کی فکری بنیاد

اسلامی اقتصادیات میں دو اہم بنیادیں نظر آتی ہیں۔ ہر اقتصادی روش اور ہر اقتصادی نسخہ جس میں ان دونوں بنیادوں کا خیال رکھا گیا ہو، معتبر ہے جبکہ ہر وہ روش اور پروجیکٹ جو بظاہر دینی اساس پر استوار ہو لیکن ان دونوں بنیادوں سے عاری وہ اسلامی نہیں ہے۔ ان دونوں میں سے ایک بنیاد ہے: قومی ثروت میں اضافہ۔ اسلامی ملک کو دولت مند اور ثروت مند ملک ہونا چاہئے۔ فقیر ملک نہیں ہونا چاہئے۔ اس میں یہ صلاحیت ہو کہ اپنی ثروت سے اور اپنی اقتصادی توانائی سے عالمی سطح پر اپنے اعلی اہداف کو عملی جامہ پہنا سکے۔ دوسری بنیاد، ثروت کی منصفانہ تقسیم اور معاشرے سے محرومیت کا خاتمہ ہے۔ یہ دونوں بنیادیں لازمی ہیں۔ پہلی بنیاد

دوسری بنیاد کی شرط ہے۔ اگر ثروت کی پیداوار نہ ہو، اگر دولت حاصل نہ کی جائے تو غربت کو معاشرے سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ بنابریں یہ دونوں چیزیں لازمی ہیں۔

## دولت وثروت کے حصول کی اہمیت

دو چیزوں کو آپس میں خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔ ایک چیز ثروت پیدا کرنا ہے، کوئی درست طریقے سے محنت کر کے ثروت پیدا کر رہا ہے۔ دوسری چیز ہے دولت کمانے کی روش اور خرچ کرنے کا انداز۔ پہلی چیز تو پسندیدہ ہے۔ کیونکہ معاشرے میں جو ثروت بھی آ رہی ہے وہ معاشرے کے مجموعی طور پر دولت مند بننے میں مددگار ہوگی۔ دوسری چیز جو بہت زیادہ اہم ہے، یہ ہے کہ کس طرح دولت پیدا کی جائے۔ یہ غیر قانونی طریقوں سے اور فریب اور بدعنوانی کے ذریعے نہیں ہونا چاہئے۔ اس کا استعمال بھی شرعی لحاظ سے ناجائز نہیں ہونا چاہئے۔ یہ ثروت معاشرے کی رگوں میں خون بن کے دوڑے اور غلط کاموں کے لئے استعمال نہ ہو۔

## پیداوار

وسیع پیمانے پر پیداوار، قوم کا اہم نعرہ ہونا چاہئے۔ روزگار کی پیداوار، علم کی پیداوار، ٹیکنالوجی کی پیداوار، دولت کی پیداوار، معرفت کی پیداوار، مواقع کی پیداوار، عزت ومنزلت کی پیداوار، مصنوعات کی پیداوار اور ماہر افرادی قوت کی پیداوار۔ یہ سب پیداوار ہے۔ اسلامی نظام سرمایہ کاری کے نظریے، اس کی اہمیت اور داخلی سرمایہ کاروں کے ہاتھوں کی ثروت و دولت کی پیداوار کو مثبت نظر سے دیکھتا ہے اور اس کی تائید وحمایت کرتا ہے۔ کیونکہ یہ عمل ملک کی اقتصادی ترقی اور روزگار کے مواقع ایجاد کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

حکومت کو ایسی پالسیاں وضع کرنا چاہئے کہ پیداواری شعبوں اور یونٹوں میں ثروت و دولت کی پیداوار کے ساتھ ساتھ سماجی انصاف بھی قائم ہو۔ اگر معاشرے میں اقتصادی ترقی نہ ہو، اگر روزگار کے مواقع ایجاد نہ کئے جائیں تو یہی کمزور اور مستضعف طبقہ بالخصوص مزدوروں کا طبقہ سب سے پہلے متاثر ہوگا۔ دشمن یہی چاہتا ہے۔

اس وقت حکام کی بہت اہم ذمہ داریاں ہیں، ایک طرف وہ لوگوں کو صحیح طریقے اور قانونی راستے سے اقتصادی سرگرمیاں انجام دینے کا موقع فراہم کریں کیونکہ اسلام میں ثروت و دولت پیدا کرنا ناپسندیدہ نہیں ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ غلط طریقے اپنانے کا موقع نہ دیا جائے۔ دھوکے، فریب اور عمومی دولت کے غلط استعمال کا سد باب کیا جائے کیونکہ یہ چیزیں ممنوع ہیں۔

## انصاف سے عاری اقتصادی سرگرمیاں

دنیا کے ترقی یافتہ صنعتی ممالک میں نہ غربت کا خاتمہ ہو سکا ہے، نہ انصاف قائم ہو سکا ہے اور نہ ہی اخلاقیات کی ترویج ہو پائی ہے۔ دولت کی پیداوار تو بے پناہ ہے لیکن اخلاقیات تنزل اور انحطاط کا شکار ہیں۔ دنیا کے سرمایہ دارانہ نظام والے ملکوں میں کام اور اقتصادی سرگرمیوں کا نصب العین دولت کمانا ہے۔ اس نظام میں بنیاد، اقتصادی نشو ونما، اقتصادی ترقی اور دولت و ثروت کا اضافہ ہے۔ جو دولت کمانے میں آگے ہے وہی سب سے اہم ہے اور سب پر مقدم ہے۔ وہاں اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ طبقاتی فاصلہ بڑھے۔ آمدنی کے فاصلے اور بڑی تعداد میں عوام کا نادار ہونا سرمایہ دارانہ نظام کے لئے تشویش کی بات نہیں ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں وہ روش اور طریقے منفی اور ناقابل قبول ہیں جو ثروت کی تقسیم کے لئے اختیار کئے جاتے

ہیں۔سرمایہ دارانہ نظام کا کہنا ہے"یہ تو بالکل بے معنی چیز ہے کہ آپ دولت جمع کیجئے تا کہ اسے آپ سے لے کر منصفانہ طور پر لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ یہ بے معنی چیز ہے۔اس طرح تو ترقی کا راستہ رک جائے گا۔"

## ثروت کی تقسیم

جولوگ کہتے ہیں کہ انصاف،غربت وافلاس بانٹنے کا نام ہے،ان کی بات کالب لباب یہ ہے کہ انصاف کے چکر میں نہ پڑیئے، پیداوار کی فکر کیجئے تا کہ تقسیم کے لئے ثروت تو حاصل ہو۔ انصاف کونظر انداز کر کے ثروت کے حصول کا نتیجہ وہی نکلے گا جو آج سرمایہ دارانہ مما لک میں نظر آ رہا ہے۔دنیا کے دولت مندترین ملک یعنی امریکا میں بھی ایسے افراد ہیں جو بھوک اور گرمی وسردی سے فوت ہوجاتے ہیں، یہ کوئی تخیلاتی بات نہیں، وہ حقائق ہیں جن کا مشاہدہ کیا جارہا ہے۔

اسلامی نظام کے لئے جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے یہ ہے کہ ملک کے اندر سارے لوگ نعمتوں سے بہرہ مند ہوں، ملک میں محرومی نہ ہو،غربت نہ ہو،تفریق نہ ہو، وسائل ومواقع کا غیر مساویانہ استعمال نہ ہو،قانون کا امتیازی استعمال نہ کیا جائے۔

## دولت کی تقسیم کا معیار

جب انصاف کونظر انداز کر کے دولت حاصل کی جاتی ہےتو نوبت یہ ہو جاتی ہے کہ معاشرے میں وہ لوگ جوزیادہ شاطر اور اور تیز قسم کے ہیں، راتوں رات دولت کا انبار لگا لیتے ہیں جبکہ اکثریت کا عالم یہ ہوتا ہے کہ حسرت ومحرومی میں زندگی بسر کرتی ہے جبکہ کچھ لوگ تو بڑی ہی قابل رحم حالت میں زندگی گزارتے ہیں۔ بنابریں یہ کہنا کہ انصاف کی بات نہ کیجئے دولت و

ثروت حاصل کرنے کی فکر کیجئے اور اس کے لئے یہ جواز بھی پیش کر دینا کہ جب دولت آ جائے گی تب انصاف کے بارے میں بھی سوچ لیا جائے گا، درست نہیں ہے۔ انصاف کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں جو وسائل ہیں وہ منصفانہ انداز میں اور معقول حد تک تقسیم ہوں۔ یہ بھی نہ ہو کہ بے حساب کتاب سب کچھ تقسیم کر دیا جائے۔ کوشش یہ ہونا چاہئے کہ وسائل میں مزید اضافہ ہوتا کہ سارے لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔

# اسلامی معیشت میں ثروت کی تقسیم

اسلامی نظام کا نظریہ یہ ہے کہ معاشرہ ثروت مند ہونا چاہئے، پسماندہ اور مفلس نہیں۔ اسلامی نظام اقتصادی ترقی پر یقین رکھتا ہے لیکن رفاہ عامہ اور سماجی انصاف کے لئے اقتصادی ترقی سب سے اہم مسئلہ نہیں ہے۔ سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ معاشرے میں افلاس وغربت نہ رہے۔ کوئی فقیر نہ ہو اور عمومی وسائل کے استعمال میں امتیاز وتفریق نہ ہو۔ جو بھی اپنے لئے کچھ وسائل تیار کر لے وہ اس کی ملکیت ہو لیکن جو چیزیں عمومی ہیں مثلاً مواقع اور وہ وسائل جن کا تعلق پورے ملک سے ہے اس میں کوئی تفریق اور امتیاز نہیں ہونا چاہئے۔ یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اسلامی نظام کا مقصد دولت کا انبار لگانا ہے۔ یعنی کچھ ہی لوگوں کو دولت پیدا کرنے کے مختلف وسائل و مواقع دستیاب ہوں۔ ملک کی اوسط شرح ترقی دو برابر ہو جائے یا مجموعی پیداوار دو گنا ہو جائے۔ البتہ یہ اعداد وشمار بعض حالات میں انصاف کی سمت پیش قدمی کی بھی علامت ہو سکتے ہیں لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔

# انٹرنیشنل منی فنڈ یا آئی ایم ایف

جولوگ علمی وتحقیقاتی یا پلاننگ کے مراکز میں ہیں اور معیشت، سیاست، عالمی سیاست اور دیگر ملکوں کے حیاتی امور پر نظر رکھتے ہیں وہ اس فکر میں نہ پڑیں کہ مغربی فارمولوں کو، مغرب کے اقتصادی اصولوں کو، عالمی بینک یا آئی ایم ایف کے فارمولوں کو دیگر ملکوں کے امور میں نافذ کریں۔ یہ نظریہ ایران جیسے ملک کے لئے مفید نہیں ہے۔ البتہ ان کے علم ودانش سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ جہاں بھی سائنسی ترقی ہو اور سائنسی تجربہ ہو اس سے یقیناً استفادہ کیا جائے گا لیکن خاکہ اور منصوبہ قومی نظریے اور ضروریات کے مطابق ہی طے پانا چاہئے۔ ملائیشیا کے سابق وزیر اعظم مہاتیر محمد جو واقعی بڑے محنتی، نکتہ سنج، سنجیدہ اور ذمہ دار شخصیت کے مالک ہیں، تہران آئے۔ یہ وہی زمانہ تھا جب مشرقی ایشیا میں گونا گوں تبدیلیاں ہوئی تھی۔ ملائیشیا، انڈونیشیا اور تھائی لینڈ میں اقتصادی زلزلہ آ گیا تھا۔

یہی صیہونی سرمایہ دار اور دوسرے سرمایہ داروں نے بینکنگ کے شعبدوں اور مالیاتی حربوں کے ذریعے کئی ملکوں کو دیوالیہ کر دیا تھا۔ اس وقت جناب مہاتیر محمد نے مجھ سے کہا تھا کہ میں آپ سے بس اتنا کہوں گا کہ ہماری حالت فقیروں والی ہو گئی ہے۔ جب بھی کوئی ملک اقتصادی طور پر منحصر ہو جاتا ہے دوسروں پر اور عالمی بینک اور آئی ایم ایف کے اقتصادی فاومولوں پر عمل کرنا شروع کر دیتا ہے تو اسی انجام سے دوچار ہوتا ہے۔ خود یہ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف بھی اسی شعبدے کا ایک حصہ ہیں۔ یہ بہت خطرناک ہے کہ دنیا کی تبدیلیوں کی باگڈور ایسے عالمی مافیاؤں کے پاس ہو جو اس وقت دنیا پر غلبہ حاصل کر چکے ہیں۔

# چوتھا حصہ

# اسلام میں نجی مالکیت

# اسلام میں اقتصادی آزادی

اسلامی معاشرے میں اقتصادی سرگرمیوں کے لئے آزادی ہے لیکن یہ مطلق آزادی نہیں بلکہ اس کی کچھ حدود ہیں۔ ہر طرح کی آزادانہ فعالیت اور حرکت کی کچھ نہ کچھ حدود اور ضوابط ہوتے ہیں۔ اسلام میں یہ حدود خاص طرح کی ہیں۔ سوشیلسٹ معاشروں میں بھی دولت وثروت رکھنے کی کچھ حدود وقیود ہیں لیکن وہ حدود اسلامی حدود سے مختلف ہیں اور اسی مقدار میں اقتصادی سرگرمیوں کی آزادی کے سلسلے میں اسلام کا نقطہ نگاہ کمیونسٹ اور مارکسسٹ نظریے سے مختلف ہے۔ شاید یہ کہنا بھی درست ہوگا کہ اسلامی نقطہ نگاہ بھی سرمایہ دارانہ مکتب فکر سے بھی اتنا ہی مختلف ہے جو مغرب میں اس وقت رائج ہے اور جس پر عمل کیا جارہا ہے۔ آج جو صورت حال مغرب میں ہے اسلام کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔

سرمایہ داری جس مفہوم میں مغرب میں رائج ہے اسلام اس کی قطعی تائید نہیں کرتا بلکہ متعدد احکام ایسے ہیں جو اس کے مقابلے اور سدباب کا عندیہ دیتے ہیں۔ اسلامی اقتصاد کے تعلق سے جو باتیں بتائی گئی ہیں ان کا نمونہ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام میں موجود نہیں ہے۔ اسلامی معاشرے میں آزاد اقتصادی فعالیت کی حدود وہ چیزیں ہیں جنہیں فقہ کی کتابوں میں حرام کمائی اور حرام مال قرار دیا گیا ہے، یعنی سود کا لین دین، لاعلمی وفریب کا سودا، وہ سودا جس میں کسی کو دھوکا

دیا جارہا ہو یا نقصان پہنچایا جارہا ہو۔ وہ تجارت جو حرام آمدنی سے کی جائے، ذخیرہ اندوزی جس سے کچھ لوگ بڑے مالدار بن جاتے ہیں، اس کے ذریعے سودا حرام ہے۔ اسی طرح دیگر چیزیں جو اسلام کی مقدس شریعت میں بیان کی گئی ہیں۔ یہ اسلامی معاشرے میں آزاد اقصادی سرگرمیوں کی حدود ہیں۔

بعض چیزوں کا سودا حرام ہوتا ہے، مثلاً شراب یا دیگر حرام اور نجس چیزیں، کچھ استثنائی مواقع کو چھوڑ کر ان کا سودا نہیں کیا جا سکتا۔ یا اسی طرح وہ مال جو کسی شخص کا نہیں بلکہ اسلامی حکومت کا ہے جیسے "انفال" کچھ مخصوص مواقع کے علاوہ اس کا سودا عام لوگوں کے لئے یا غیر حکومتی سطح پر ناجائز ہے۔ اسلامی فقہ میں اسی طرح کی کچھ اور چیزیں بھی ہیں جنہیں معین کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ یہ آزادانہ تجارتی سرگرمیاں کس حد تک جائز ہیں اور کہاں ناجائز اور حرام وممنوع ہیں۔

اسلامی معاشرے میں اقتصادی آزادی یہ ہے کہ اسلامی حکومت ایسی پالیسی اختیار کرے اور ایسے قانون وضع کرے جس کی بنا پر معاشرے کے تمام افراد آزادانہ اقتصادی سرگرمیاں انجام دینے پر قادر ہوں اور معاشرے کے تمام طبقات کو اقتصادی سرگرمیاں کرنے کا موقع حاصل ہو۔ یہ اسلام کے اقتصادی نظام اور مغربی نظام کا ایک بڑا فرق ہے۔ معاشرے میں حقیقی معنی میں آزاد معیشت وجود میں لانے کا طریقہ یہ ہے کہ سرمایہ داری کے انحصار اور اجارہ داری کو توڑا جائے۔ ایسی سہولتیں فراہم کی جائیں کہ معاشرے کے اکثر و بیشتر افراد، معاشرے کے بیشتر طبقات یا سارے کے سارے لوگ جو کام کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، زمین، سمندر، میدانوں اور چراگاہوں کے وسائل وامکانات سے استفادہ کرسکیں۔

امیر المومنین علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

ما رایت نعمۃ موفورۃ الا و فی جانبہا حق مضیع

یعنی میں نے کہیں بھی نعمتوں کی کوئی ایسی ذخیرہ اندوزی نہیں دیکھی جس میں کسی
کی حق تلفی نہ کی گئی ہو۔

اس حدیث کا ایک بڑا لطیف مفہوم ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جہاں بھی نعمتوں کی فراوانی ہے وہ کچھ لوگوں کا حق غصب کئے جانے اور چوری کا نتیجہ ہے اور اس غاصب کا نشانہ بننے والے کچھ کمزور اور مظلوم افراد بھی ہیں۔ پھر اس حدیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض ایسے لوگوں کے پاس دولت ہے جنہوں نے چوری کی نہ کسی کا مال غصب کیا ہے بلکہ اپنی محنت سے حاصل کیا ہے۔

اس حدیث کے یہ معنی نہیں ہیں۔ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جہاں بھی نعمتوں کی فراوانی ہے، دولت زیادہ ہے، وسائل کی بہتات ہے، وہاں درحقیقت یہ دولت اور ثروت اپنے مالک کو زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے بہت زیادہ وسائل فراہم کر دیتی ہے اور ان وسائل کو دوسروں کی دسترسی سے نکال دیتی ہے۔ معاشرے میں جس کے پاس دولت زیادہ ہے وہ زیادہ دولت کما سکتا ہے اور ان چیزوں سے زیادہ بہتر استفادہ کر سکتا ہے جن کا تعلق عام لوگوں سے ہے، جبکہ یہ غریب کے بس کی بات نہیں ہے۔ لہٰذا جس کے پاس زیادہ دولت ہے اس کے پاس زیادہ مواقع ہیں، زیادہ وسائل ہیں۔ اقتصادی سرگرمیوں کا میدان اس کے پاس ہے۔ اکثر ممالک میں ایسے ہی افراد اور طبقے کی منشاء کے مطابق قانون سازی کی جاتی ہے۔ اس طرح عوام کی اکثریت جس کے پاس اتنی دولت نہیں ہے، مواقع سے محروم رہتی ہے۔

بنابریں اس حدیث کا صحیح مفہوم یہی ہے۔ معلوم ہوا کہ اسلامی معاشرے میں آزاد معیشت کا راستہ یہ نہیں ہے کہ یہ آزادی صرف ان لوگوں کے قبضے میں رہے جو اقتصادی و مالی توانائی رکھتے ہیں، بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ جن افراد کے پاس مالی و اقتصادی طاقت ہے وہ اس انداز سے کام کریں کہ معاشرے اور نظام کی حالت اور معاشرے کے اندر پائے جانے والے

تعلقات وروابط ایسی شکل اختیار کریں کہ جن کے پاس بھی کام کرنے کی طاقت ہے وہ آزادانہ اقتصادی سرگرمیاں کریں اوراپنے کام سے مستفید ہوں۔

## اسلام میں نجی مالکیت کی حدود

اسلام میں نجی مالکیت کا احترام کیا جاتا ہے لیکن اس کی حد بھی معین کردی گئی ہے۔حد کا مطلب یہ نہیں کہ کتنا ریال، کتنا ڈالر، کتنا دینار یا کتنا درہم معین کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ مقدار تو ہمیشہ یکساں نہیں رہتی۔ملکیت کے لئے" ضرروضرار" کی حد رکھی گئی ہے۔یعنی اگر کسی کی ذاتی دولت اورسرمائے سے امت مسلمہ یا مسلمانوں کی ایک تعداد کو نقصان پہنچنے لگے تو اس ملکیت کو ضرررساں بننے سے قبل کی حد پر روک دیا جائے گا۔اسلام میں ذاتی اور نجی ملکیت کا احترام ہے اس وقت تک کہ جب تک وہ ذخیرہ اندوزی، استحصال، تفریق، انسانوں کی بے حرمتی اور سرکشی پر منتج نہ ہوجائے۔

بری بات استحصال، سرکشی، اسراف اور زیادہ روی ہے۔ان چیزوں کے باعث ذاتی ملکیت بری ہو جاتی ہے۔ دولت بذات خود بری چیز نہیں ہے۔تو نجی ملکیت کی یہ حدیں ہیں۔ اسلام نے ان برائیوں کی روک تھام پر توجہ دی ہے، اسراف کو مسترد اور اسراف کرنے والے کو قابل مذمت قرار دیا ہے اور اسلامی حاکم اور حاکم شرع کو اسراف، استحصال، تفریق، سرکشی اور ذخیرہ اندوزی کو روکنے کی اجازت دی ہے۔ بنابریں اسلامی حاکم اور اسلامی حکومت کے سربراہ کو یہ اختیار ہے کہ اپنے حکم سے اس زیادہ روی کو روکے۔

اسلامی نظام نجی ملکیت کو قبول کرتا ہے، لوگوں کی اقتصادی کوششوں اور سرگرمیوں کو بھی مانتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ضرورتمندوں اور محتاج لوگوں کے رفاہ وآسائش کے لئے بھی معاشرے

کو ایک قدم آگے لے جاتا ہے۔ آزاد اسلامی معیشت میں اقتصادی آزادی کے تقاضے کے مطابق معاشرے کے اقتصادی امور کی ذمہ داری اور اقتصادی امور کا سنگین بار عوام کے دوش پر ہوتا ہے۔

## اسلامی معیشت میں انفاق

اسلامی نظام میں لوگوں کو آزادانہ اقتصادی سرگرمیاں انجام دینے کا حق ہوتا ہے، سب حکومت کے ملازم نہیں ہیں، لوگ خود کام کر سکتے ہیں، اپنے طور پر سعی و کوشش کر سکتے ہیں، خود اپنی آمدنی کا انتظام کر سکتے ہیں۔ معاشرے کا مالی و اقتصادی خلا بھی خود عوام کے ذریعے بھرا جانا چاہئے۔ یعنی انفاق کیا جائے۔ قرآن میں جو انفاق کا ذکر موجود ہے وہ معاشرے کی آزادانہ اقتصادی سرگرمیوں کی ہی بنا پر ہے۔ جب لوگ خود پیسہ کما رہے ہیں تو انہیں معاشرے کی ضرورتیں بھی پوری کرنا چاہئے۔ خلا کو پر کرنا چاہئے۔ انفاق کا مطلب اسی خلا کو پر کرنا ہے۔

انفاق ایک اسلامی اصول ہے۔ انفاق کرنا، پیسہ دینا، اقتصادی ضرورتوں کو پورا کرنا اور اقتصادی خلا کو بھرنا براہ راست عوام اور لوگوں کی ذمہ داری ہے جو معاشرے میں آزادانہ اقتصادی سرگرمیاں انجام دے رہے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں اگر کوئی ایسا واقعہ رونما ہو جائے جس کے باعث حکومت کو پیسے کی ضرورت پڑ جائے تو اس پیسے کا انتظام عوام کو کرنا ہوتا ہے۔ معاشرے کو کوئی جنگ پیش آ جائے، کوئی تخریبی واقعہ ہو جائے، کوئی بیماری پھیل جائے، کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہو جائے تو اس سلسلے میں اسلام کا کہنا یہ ہے کہ عوام حتی الوسع مدد کرنے کی کوشش کریں۔ البتہ چونکہ سارے لوگوں کی استطاعت یکساں نہیں ہے اس لئے جو زیادہ خوشحال ہیں، جن کے پاس زیادہ وسائل و امکانات ہیں ان کی ذمہ داریاں بھی زیادہ ہیں۔

دولت اندوزی، عدم انفاق اسلام کی نظر میں غیر اخلاقی فعل اور گناہ ہے، اسے گناہ کبیرہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ لوگوں کو اپنے سرمائے کے ذریعے کام کرنے کا اختیار دیا گیا ہے تو انہیں حق ہے کہ وہ جائز طریقوں سے دولت کمائے اور جمع کر کے رکھ لیں خواہ معاشرے کو ان کے سرمائے اور ان کے وسائل کی شدید احتیاج ہو، وہ اللہ کی راہ میں عوام کی فلاح وبہبود کے لئے پیسہ خرچ نہ کریں۔

اسلام میں انفاق یعنی ضرورتمندوں پر پیسہ خرچ کرنا ایک اصول اور حکم ہے۔ اللہ کی راہ میں پیسہ خرچ کرنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہا گیا ہے کہ سودا نہ کیجئے، پیسہ نہ کمایئے۔ کمایئے لیکن خرچ بھی کیجئے۔ اسلام لوگوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ انہوں نے جو حاصل کیا ہے اس میں سے اپنی ضرورت اور احتیاج کے مطابق خرچ کریں۔ ایسا بھی نہیں کہ عسرت وتنگدستی میں زندگی بسر کریں، ایک عام سطح کی زندگی ایک حد تک آسائش ورفاہ کے ساتھ، اتنا اپنے اوپر خرچ کریں، اس کے بعد جو بچے اسے معاشرے میں رفاہ عامہ کے لئے صرف کریں۔ اگر کسی نے دولت حاصل کی اور اسے اسراف کے ساتھ، فضول خرچی کے ساتھ، ٹھاٹ باٹ، گراں قیمت غذا، گراں قیمت کپڑوں، گراں قیمت سواری، گراں قیمت رہائش پر خرچ کر دیا یا سارا پیسہ جمع کر کے بیٹھ گیا تو یہ اسلام کی نظر میں مذموم ہے۔ عدم انفاق مذموم اور منفور رہے اور اگر اس کے ساتھ ذخیرہ اندوزی بھی ہو تو حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝٢٣ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ

جو لوگ بخل اور کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کا راستہ دکھاتے ہیں، دوسروں کو بھی انفاق فی سبیل اللہ سے روکتے ہیں اور خود بھی اللہ کی راہ میں اپنا مال

خرچ نہیں کرتے۔ [۱]

اس بخل کا مطلب یہی نہیں ہے کہ وہ شرعی حقوق ادا نہیں کرتے بلکہ شرعی حقوق کے آگے کی بھی چیزیں روک لیتے ہیں۔ اگر معاشرے کو ضرورت ہے اور کسی انسان کے پاس اپنی ضرورت سے زیادہ مال ہے تو اسے شریعت کی جانب سے معین کردہ مقدار سے زیادہ خرچ کرنا چاہئے۔

کچھ لوگ ہیں جنہوں نے عمومی وسائل کے ذریعے دولت جمع کر لی ہے۔ دولت صحیح اور جائز راستے سے جمع کی گئی ہے لیکن اگر معاشرے کو اس کی ضرورت ہے اور وہ اسے دبائے بیٹھے ہیں تو یہ چیز قابل قبول نہیں ہے۔ اسلام سے یہ درس نہیں ملا ہے بلکہ اسلام اس کے برعکس عمل کی تعلیم دیتا ہے۔ معروف آیۃ کریمہ ہے:

الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ.

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے جاتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو (اے رسولؐ) ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ [۲]

جو لوگ سیم وزر کا خزانہ جمع کر لیتے ہیں، ذخیرہ تیار کر لیتے ہیں اور اللہ کی راہ میں اسے خرچ نہیں کرتے۔ یہ صرف سونے اور چاندی سے مختص نہیں بلکہ پیسہ، سرمایہ اور دولت کا بھی یہی حکم ہے۔ جمع کر کے رکھتے ہیں جبکہ معاشرے کو اس کی شدید احتیاج ہوتی ہے لیکن وہ راہ خدا میں اسے خرچ کرنے کو تیار نہیں ہوتے ان پر بھی "يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ" کا ہی اطلاق ہوگا۔

---

[۱] سورۂ حدید: ۲۳، ۲۴

[۲] سورۂ توبہ: ۳۴

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ.

اگر یہ (ذخیرہ اندوزی) گناہ نہیں، اگر یہ گناہ کبیرہ نہیں تو

"فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ"

کیوں کہا گیا:

انہیں دردناک عذاب کی نوید سنا دیجئے۔

یعنی ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب کے لئے تیار رہیں، یہ دردناک عذاب دنیا میں ان کے ان اعمال کے فطری نتیجے اور عواقب کی صورت میں بھی نکل سکتا ہے، جس کے اثرات خود انہی تک محدود نہیں رہیں گے بلکہ پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے عواقب آخرت میں سامنے آئیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں جگہ سامنے آئیں۔ یعنی اس کام پر دردناک عذاب دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی ملے گا۔ بنابریں انفاق واجب وضروری فعل ہے۔

## کام اور پیداوار میں نجی سیکٹر سے استفادہ

نجی سیکٹر کو کام اور پیداوار کے میدان میں اترنے کے لئے ترغیب دلائی جانی چاہئے۔ ملک کی بیشتر پیداواری یونٹیں حکومت کے ہاتھ میں ہیں۔ البتہ ایک معینہ مقدار خود آئین نے مختص کی ہے جو اس موجودہ مقدار سے بہت کم ہے۔ حکومتی سیکٹر میں اس بھیڑ کی وجہ بعض پالیسیوں کی خرابی ہے۔ اس مقدار کے علاوہ جسے آئین نے معین کیا ہے اور جس کا حکومت کے ہی اختیار میں ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے، بقیہ شعبوں میں نجی سیکٹر کو روزگار اور پیداوار کی ذمہ داری سنبھالنا

چاہئے۔

البتہ یہ چیز واضح رہے کہ نجکاری صرف یہ نہیں ہے کہ حکومتی کمپنیوں کو کسی بھی قیمت پر اور کسی بھی طرح، ملک کا مفاد مدنظر رکھے بغیر غیر سرکاری سیکٹر کے حوالے کر دیا جائے۔ سرمایہ کار کو ترغیب دلانا چاہئے کہ میدان میں اترے۔ ذخائر اور وسائل کی اس طرح نشاندہی کی جانی چاہئے کہ نجی سیکٹر کو ترغیب ملے۔ یہ کام درست انداز میں اور معیاری سطح پر ہونا چاہئے۔ اس بات پر بھی توجہ رکھنا چاہئے کہ یہ یونٹیں پیداواری صلاحیت وتوانائی رکھتی ہیں یا نہیں۔ اپنی پیداواری صلاحیت بڑھا سکتی ہیں یا نہیں۔ اگر ان میں یہ صلاحیت وتوانائی ہے تب تو انہیں اس کا موقع دیا جانا چاہئے۔ بنابریں صلاحیت کے مطابق انتخاب کیا جائے، رشتہ داری، ناتے داری اور سیاسی دوستی وقربت کی بنا پر نہیں۔ اگر ان چیزوں کا خیال رکھا جائے تو نجی سیکٹر کو ترغیب ملے گی اور وہ میدان میں اترے گا۔

## اقتصادی آزادی کی دیکھ بھال

اسلامی معاشرے میں ہر طرح کی آزادی اسلامی حاکم کی دیکھ بھال میں ہونی چاہئے۔ اس دیکھ بھال کا کیا مقصد ہے؟ مقصد یہ ہے کہ یہ آزادی بدعنوانی اور فساد پر منتج نہ ہو۔ یہ آزادی دوسروں کے اختیارات سلب ہو جانے کا باعث نہ بنے۔ اظہار خیال کی آزادی، سیاسی آزادی اور ثقافتی آزادی کے سلسلے میں بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اگر اقتصادی آزادی کا یہ مفہوم اخذ کیا جائے کہ جن افراد کے پاس اقتصادی سرگرمیوں کی طاقت وتوانائی ہے وہ جس چیز کی چاہیں پیداوار کریں، جس طرح چاہیں چیزوں کو بازار میں لائیں، جب چاہیں سپلائی کریں، جیسے چاہیں فروخت کریں اور جس طرح چاہیں استعمال کریں، تو یہ یقینی طور پر اسلام کا نظریہ نہیں ہے۔

اسلام نے اقتصادی آزادی اور نجی مالکیت کے ساتھ جو اس نے معاشرے کے ہر فرد کو عطا کی ہے، ان سارے امور پر حکومت کی نظارت و نگرانی کو لازمی قرار دیا ہے۔ یعنی حکومت کو اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ اس آزادی کا غلط استعمال نہ ہونے پائے۔ چیزوں کے خرچ میں بھی اس بات پر نظر رکھے کہ اسراف نہ ہونے پائے۔ البتہ ایک حد تک اسراف ذاتی اور انفرادی گناہ ہے، اپنے گھر میں کوئی کسی چیز کو فضول خرچی کے ساتھ استعمال کرے تو یہ یقیناً ایک فعل حرام ہے، ایک گناہ ہے لیکن یہی چیز اس حد تک بڑھ جائے کہ اس سے معاشرے کے اقتصادی نظام کو خطرات لاحق ہو جائیں، معاشرے میں اس سے غربت و افلاس بڑھنے لگے، عوام کا بہت بڑا طبقہ محرومی کا شکار ہونے لگے، جو چیزیں انسانوں کی کد و کاوش کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے اسے تلف اور ضائع کیا جائے تو پھر اسلامی حکومت پر یہ فرض آن پڑتا ہے کہ اس اسراف کا سد باب کرے، اس فضول خرچی کا مقابلہ کرے۔ البتہ یہ چیز ایک معاشرے تک محدود نہیں ہے۔

عالمی سطح پر بھی اسلام کا یہی سبق ہے۔ اس وقت جو ممالک غذائی اشیاء کے استعمال میں اسراف کر رہے ہیں، دنیا کے بعض دولتمند ممالک دنیا کی ستر فیصد غذائی اشیا استعمال کرتے ہیں جبکہ ان کی مجموعی آبادی دنیا کی پینتیس چھتیس فیصدی ہے، اگر دنیا میں منصفانہ اقتصادی نظام ہو، اگر دنیا میں طاقتور مالیاتی ادارے ہوں تو ان چیزوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

اگر دنیا میں کچھ باضمیر حکومتیں اور کچھ تنظیمیں سامنے آئیں اور اپنی طاقت دنیا کی قوموں اور انسانوں کے مفاد میں استعمال کریں، مثلاً ان حرکتوں کو روکیں کہ امریکا ہر سال کئی ملین ایکٹر زراعتی زمین پر کھیتی نہیں ہونے دیتا تا کہ غلے کی قیمت گرنے نہ پائے، جبکہ دنیا میں پانچ سال سے کم عمر کے کئی ہزار بچے روزانہ بھوک و افلاس کا شکار ہو کر موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں، جبکہ دنیا کے دس سے پندرہ فیصدی عوام خشک سالی کی مار جھیل رہے ہیں، دنیا کی بہت بڑی آبادی غذائی اشیاء کی قلت سے دو چار ہے۔ یا مثلاً اس جیسے اقدامات کو روکا جائے کہ کئی سال قبل یورپ

کے مشترکہ بازار نے بہت بڑی مقدار میں غذائی اشیاء اور غلے کو سمندر میں پھنکوادیا تاکہ اناج کی قیمت میں گراوٹ نہ آئے اور عالمی منڈیوں میں قیمتیں نیچے نہ جائیں۔ بنابریں اسراف، پیسے کے ضیاع کو روکنا اور عالمی اقتصادی نظام میں زیادہ روی اور اسراف سے مقابلہ اسلام کی نظر میں اتنا ہی اہم ہے۔

معلوم ہوا کہ آزاد معیشت اور نجی مالکیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ کوئی شخص جتنا چاہے خرچ کرے جبکہ اس کے اس اسراف سے بہت سے افراد بھوک و افلاس کا شکار ہیں، بہت سے لوگ بیماری میں مبتلا ہیں، بہت سے لوگ بنیادی ترین ضرورتوں سے محروم ہیں۔ اسلام کی نظر میں یہ درست نہیں ہے اور اس سے سختی سے روکا گیا ہے۔

## آزاد معیشت اور معاشرے کا سیاسی مستقبل

اسلام میں ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دی جاتی کہ آزادانہ اقتصادی سرگرمیاں معاشرے کے سیاسی مستقبل کو متاثر کریں اور سیاسی نظام میں مداخلت شروع کردیں۔

اس وقت مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام والے ممالک میں جو صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ بڑے ملکوں کو حقیقی معنی میں بڑے سرمایہ دار ہی چلا رہے ہیں۔ ان کے کچھ عناصر حکومتی نظام کے اندر بھی موجود ہوتے ہیں جو تیل اور دیگر بڑی کمپنیوں کے بڑے شیئر ہولڈر ہوتے ہیں۔ اگر ان کے افراد حکومت میں نہ بھی ہوں تو وہ پردے کے پیچھے رہ کر انتخابات کو کنٹرول کرتے ہیں، صدر کا تعین کرتے ہیں۔ سیاسی میدان میں کسی شخص کی ترقی یا تنزلی سینٹ یا ایوان نمائندگان میں کسی کا جانا یا باہر نکلنا ان کے اختیار میں ہوتا ہے۔ جو قوانین وضع کئے جاتے ہیں انہی کے مرضی کے مطابق ہوتے ہیں، ان کے مفادات کے تناظر میں ہوتے ہیں۔

بنابریں مغربی دنیا کو سرمائے کی حکمرانی کی دنیا کہنا چاہیئے۔ کیپیٹل ازم کے معنی سرمایہ داری بتائے جاتے ہیں لیکن اس سے کہیں زیادہ بہتر ترجمہ سرمائے کی محوریت اور سرمائے کی حکومت اور معاشرے کے امور پر کمپنیوں، دولتمندوں اور سرمایہ داروں کا کنٹرول ہے۔ یہ چیز اسلام کی نظر میں قابل قبول نہیں ہے۔ جس عمل کا بھی یہ نتیجہ ہے ہو اس کا سد باب کیا جانا چاہیئے۔

## سرمایہ داری کی عصری اصطلاح

سرمایہ داری یعنی عوام کے استحصال سے جمع کی جانے والی دولت کا استعمال، یعنی وہ سرمایہ جس کے ذریعے استحصال کیا جائے، وہ سرمایہ جس کا مالک کچھ نہ کرے بس بیٹھ کر اس کے ذریعے دوسروں کا استحصال کرے، دوسروں کو لوٹے، استحصال ظلم ہے اور ظلم حرام ہے۔ اس طرح کی سرمایہ داری کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے۔ آج دنیا میں سرمایہ داری کا یہی مفہوم ہے۔ اگر نجی ملکیت فساد و ظلم و تفریق و امتیاز کا باعث بن سکتی ہے تو سرکاری مالکیت بھی ایسی ہو سکتی ہے۔ جن ملکوں میں سرکاری مالکیت کا رواج ہے وہاں بھی بدعنوانی و ظلم و تفریق ہے لیکن ایک الگ شکل میں اور کچھ دوسرے طبقات کے درمیان۔

## مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کی اقتصادی آزادی

مغربی نظام حکومت میں جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے آئین کی رو سے عوام اقتصادی سرگرمیوں کے لئے آزاد ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ آزادی سبھی لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ یہ عظیم ذخائر، یہ سمندر، یہ قدرتی ذخائر، یہ زرخیز میدان، یہ معدنیات، یہ سارے وسائل جنہیں معاشرے کی عمومی دولت کہا جاتا ہے۔ یہ چیزیں آسانی سے معاشرے کے ہر فرد کو دستیاب نہیں

ہوتیں اور ہر طبقے کو بآسانی اس پر کام کرنے اور فائدہ حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ عملی طور پر تو یہ آزادی بس انہی لوگوں کو ہوتی ہے جن کے پاس دولت کا انبار لگا ہوا ہے۔ جن کے ہاتھوں میں معاشرے کی اقتصادی شہ رگ ہی نہیں سیاسی باگ ڈور بھی ہوتی ہے۔ قدرتی ذخائر اور سرمائے پر درحقیقت انہی کا تسلط اور قبضہ ہوتا ہے، وہی اس سے بھرپور انداز میں استفادہ کرتے ہیں۔ انہوں نے معاشرے کے عام لوگوں کے لئے ان وسائل کے استفادے کا راستہ محدود کر دیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جن ممالک میں سرمایہ دارانہ نظام ہے خواہ وہ دولتمند ممالک ہوں یا تیسری دنیا کے سرمایہ دارانہ نظام والے غریب ممالک، ان میں عوام غربت و افلاس کی مار جھیل رہے ہیں۔ آبادی کا بیشتر حصہ تو غربت، بے روزگاری، محرومیت اور رہائش کی مشکلات سے دوچار ہے، بس ایک مخصوص طبقہ آزادانہ سرگرمیاں کر رہا ہے، دولت جمع کر رہا ہے، اس کے پاس کانیں موجود ہیں اور وہ مزید کانیں حاصل کرتا جا رہا ہے۔

کارخانے موجود ہیں جن کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ سمندر کی دولت سے استفادہ کر رہا ہے۔ درحقیقت تمام قدرتی ذخائر معاشرے کے اسی مخصوص طبقے کے پاس ہیں۔ بقیہ طبقات جن میں نوکری پیشہ افراد، مزدوروں کا طبقہ، کان کنوں کا طبقہ، کارخانوں میں کام کرنے والے افراد اور زراعتی کاموں میں مصروف افراد شامل ہیں، سب کے حصے میں بس وہی چیزیں آتی ہیں جو اس مخصوص طبقے سے بچ گئی ہیں اور جن کی اسے ضرورت نہیں ہے۔ ان لوگوں کو پیداواری سرگرمیاں انجام دینے، ذخائر سے استفادہ کرنے، امکانات سے بہرہ مند ہونے اور حقیقی معنی میں دولت کمانے اور اکٹھا کرنے کا موقع نہیں ملتا، انہیں اس کی اجازت نہیں دی جاتی۔

# سوشلسٹ ممالک کی معیشت

سوشیلزم اور مارکسسٹ نظریے پر استوار دیگر مکاتب فکر میں نجی مالکیت کے لئے کچھ حدیں رکھی گئی ہیں لیکن یہ حدیں اسلامی حدود سے مختلف ہیں۔ ان مکاتب فکر میں پیداوار کے ذرائع کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتے۔ یعنی کوئی بھی فرد زمین، کارخانے اور اس جیسی چیزوں کا مالک نہیں بن سکتا جو پیداواری ذرائع ہیں۔ مارکسسٹ نظریے اور سوشلسٹ معیشت میں خرید و فروخت، بیع وشراء اور سودا ایک مذموم فعل ہے، ایک غیر اخلاقی عمل تصور کیا جاتا ہے۔ ان مکاتب فکر کے مطابق، جس شخص کے پاس سرمایہ ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، خرید وفروخت ممنوع ہے۔ مارکسسٹ نظریے کی رو سے خرید وفروخت اور سودا مذموم دلالی اور ناپسندیدہ فعل ہے۔

سوشیلسٹ ممالک اور ایسے معاشروں میں جہاں حکومت تمام کارخانوں، زمینوں اور پیداواری ذرائع کی مالک ہوتی ہے اور عوام اس کے ملازم، عوام سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ اگر معاشرے میں جنگ، زلزلہ، بیماری یا اسی طرح کی کوئی اور افتاد آن پڑے تو حکومت کے یہ ملازمین کیا کریں گے؟ ان کے پاس اپنے جسم وجان کے علاوہ دینے کے لئے کیا ہوگا؟

# پانچواں حصہ

# اقتصادیات سے متعلق تین تقاریر

# مسلم ممالک کے سینٹرل بینکوں کے سربراہان سے قائد انقلاب کی ملاقات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اسلامی اقتصادی فورم کی تشکیل

معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں اور مالی امور کی انجام دہی کے لئے اسلامی کمیٹیوں کی تشکیل کی قدر دانی کرتا ہوں جو ایک اسلامی اقتصادی فورم کی تشکیل سے متعلق اہم سرگرمیاں انجام دے رہی ہیں۔ اسلامی ترقیاتی بینک کا قیام بذات خود ایک بڑا قدم تھا۔ بڑی خوشی کا مقام ہے کہ آج ہم مشاہدہ کر رہے ہیں اور آپ سے سن رہے ہیں کہ اس بینک سرگرمیوں کو عالم اسلام ہی میں نہیں بلکہ غیر مسلم ممالک میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ یہ ہمارے مسلم معاشرے کے لئے ایک بڑا تجربہ ہے۔

ہم اسلام پر نازاں ہیں اچھی زندگی کے لئے اسلامی احکام پر ہمیں فخر ہے۔ اسلامی احکام کی منزلت کو پہچانئے اور انسانی زندگی کو سنوارنے اور مملکت کے نظم و نسق چلانے کے لئے ان احکام کو بروئے کار لانے کی ہر ممکن کوشش کیجئے تا کہ اسلام کی حقیقی تصویر جو منفی پروپگنڈوں اور

تشہیراتی مہم کے نتیجے میں پنہاں ہوکر رہ گئی ہے رفتہ رفتہ لوگوں کے سامنے آئے۔

آج اسلامی توانائیوں کو متحد و منظم کرنے اور مسلم امہ کو زندگی کے تمام شعبوں میں صحیح سمت کے تعین کے سلسلے میں جو بھی اقدام کیا جارہا ہے، وہ دین اسلام اور اسلامی ملکوں کی خدمت اور ایک بڑی پیش رفت ہے۔ آپ کے بینکوں اور اسلامی ترقیاتی بینک اسی طرح مالی امور سے متعلق کمیٹیوں کے اقدامات سب کی سب اسی زمرے میں آتے ہیں۔

آج یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ دنیا میں مسلمان اہم کردار کے حامل ہو سکتے ہیں یا یوں کہا جائے کہ مسلم امہ عالمی سیاست کا رخ طے کرنے اور عالمی برادری کو سمت دینے میں فیصلہ کن کردار ادا کر سکتی ہے۔ بہت طویل عرصے تک یہ سازش کی جاتی رہی ہے کہ اسلامی دنیا اور مسلمان، معاشرے کے بنیادی امور سائنس و ٹیکنالوجی معاشی ترقی، عالمی طاقت اور سیاسی و اقتصادی اثر و رسوخ سے دور ہی رہیں اور غیر اہم اور غیر موثر ہو کر رہ جائیں۔ آج بھی یہ کوششیں جاری ہیں۔ یہ مسلمانوں اور امت مسلمہ کے ساتھ بہت بڑی ناانصافی ہوئی ہے۔ آج مسلمہ امہ بیدار ہو چکی ہے اور اسے اپنی قدر منزلت اور صلاحیتوں کا کسی حد تک علم ہو چکا ہے۔

## اپنی صلاحیتوں کو منوائے

اب وقت آن پہنچا ہے کہ ان صلاحیتوں اور توانائیوں کو امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کے لئے بروئے کار لایا جائے اور اسلام کی صلاحیتوں اور اعجازی طاقت کو عملی طور پر پیش کیا جائے کیوں کہ عمل سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر ہمیں اسلام اور مسلم امہ سے کوئی دلچسپی ہے تو ہمیں سعی و کوشش کرنا چاہئے۔ خداوند عالم نے مسلم امہ کو بے پناہ نعمتوں سے نوازا ہے لیکن ہم ان نعمتوں سے صحیح استفادہ نہیں کرتے یہ حقیقت ہے۔

دنیا کی ایک چوتھائی آبادی ہم مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ دنیا کی توانائی اور انرجی کے ذخائر کا بہت بڑا حصہ ہم مسلمانوں کے اختیار میں ہے۔ دنیا کے گیس اور تیل کے ذخائر، افرادی قوت اور مہارتیں ہم مسلمانوں کے پاس ہیں۔ دنیا کے اسٹریٹیجک علاقوں کے حساس ترین مقامات ہماری ملکیت ہیں۔ اس حقیقت کا احساس دنیا کو ہونا چاہئے اور سب سے پہلے ان حقائق کا احساس خود ہمیں ہونا چاہئے۔

دنیا کی سامراجی طاقتیں اپنی تشہیراتی مہم میں ہم مسلمانوں کو یہ ہدایت دیتی ہیں کہ دنیا کے حقائق پر توجہ کیجئے۔ حقائق سے ان کی مراد یہ ہے کہ مغربی دنیا، سائنس وٹیکنالوجی کے لحاظ سے تمام شعبوں میں ترقی یافتہ اور بہت طاقتور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان حقائق کو دیکھئے اور عالمی طاقتوں کی مرضی کے برخلاف قدم اٹھانے کی کوشش مت کیجئے۔ ہمیں ہمیشہ یہ تلقین کی جاتی ہے کہ آپ حقیقت پسندی سے کام کیوں نہیں لیتے۔

## استعمار کی حقیقت پسندی

حقیقت پسندی سے ان کی مراد یہ ہے کہ مغرب کی سائنسی اور معاشی طاقت کے سامنے سربسجود ہو جائے اور ان کی بالادستی کو قبول کر لیجئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آج مسلم امہ انتشار کا شکار ہے مگر اسے یکجا کیا جا سکتا ہے۔ اس کا ایک چھوٹا سا کامیاب تجربہ اسلامی ترقیاتی بینک کا قیام ہے۔

آپ دنیائے اسلام کی شہری زندگی کے ایک گوشے کو جو مالی امور سے وابستہ ہے، منظم کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ آپ غور فرمائیے کہ آپ کے اس کارنامے سے عالم اسلام کو کتنا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ سبھی شعبوں میں یہی تجربہ دہرائے جانے کی ضرورت ہے۔

اس وقت عالمی سامراج نے اسلامی دنیا کے لئے جو منصوبہ بندی کی ہے اس کا ہدف عالم اسلام پر مکمل تسلط ہے۔صیہونی حکومت کی مرکزیت کے حامل عظیم مشرق وسطی کا منصوبہ جسے امریکیوں نے پیش کیا مشرق وسطی کے نام سے ایک بڑی ریاست قائم کرنے کی سازش کا حصہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ان ممالک میں جو بھی حکومتیں ہیں وہ اسرائیل کے دست نگر ہو جائیں۔

## عظیم مشرق وسطی

عظیم مشرق وسطی کے معنی یہ ہیں کہ ہم ایک بہت بڑی آبادی کو اسرائیل کو سونپ دیں جہاں وہ سرمایہ کاری اور سستی افرادی قوت کو استعمال کر کے اپنی صنعتی طاقت میں اضافہ کرے۔ اگر از نیل تا فرات کا منصوبہ فوجی طاقت سے عملی جامہ نہیں پہن سکا ہے تو اسے معاشی، سیاسی اور سرمایہ کاری سے ممکن بنایا جائے۔امریکہ بلکہ پوری مغربی دنیا ہی اس کی خواہاں ہے۔عالم اسلام کیونکر ایسی گھناؤنی سازش کا شکار ہو سکتا ہے؟

## اپنے دلوں میں وسعت پیدا کریں

ان شعبوں میں پیشرفت کے لئے ضرورت ہے غور وخوض اور تدبیر و تدبر کی۔ضرورت ہے اس بات کی کہ ہم اپنے دلوں کو ایک دوسرے کے مزید قریب لائیں۔ ہمارے تمام مسائل کے حل کے لئے جو چیز اکسیر کا کام کر سکتی ہے وہ مختلف شعبوں میں مسلم ممالک کا اتحاد و یکجہتی اور مکمل ہم آہنگی ہے۔آپ بینکاری اور مالی شعبے میں جو خدمات انجام دے رہے ہیں، بہت اہم ہیں۔اس سلسلے کو جاری رکھئے۔یہی جو اسلامی مالی سروسز کمیٹی جو آپ نے تشکیل دی ہے، اسلامی بینکاری میں مسلم ممالک کے درمیان اتحاد اور بینکوں کی کارکردگی کی مناسب نگرانی میں مدد کرے

گی۔ جہاں تک ممکن ہو اسلامی ترقیاتی بینک کی سرگرمیوں کو فروغ دیجئے۔ کچھ عرصہ قبل اسلامی ترقیاتی بینک کے عہدیداران کے ساتھ نشست میں، میں نے یہ کہا تھا کہ ہمیں اسلامی ممالک کے درمیان لین دین کو فروغ دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اس وقت مسلم ممالک کے درمیان جو تجارت اور لین دین ہو رہا ہے وہ نسبتاً بہت کم اور محدود ہے جبکہ غیر مسلم دنیا کے ساتھ انہی ممالک کی تجارت بہت زیادہ وسیع ہے۔ یہ اچھے آثار نہیں ہیں۔ اس صورت حال کو تبدیل کیا جانا چاہیئے۔ ہم آپس میں ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں، تعاون کو فروغ دے سکتے ہیں۔

## تعاون کو فروغ دیجئے

اس تعاون کو فروغ دینے کے لئے اسلامی ترقیاتی بینک کی مجلس عاملہ تکنیکی کردار ادا کر سکتی ہے اور بینک کے مینیجنگ بورڈ سے مجوزہ منصوبوں پر عملدر آمد کا مطالبہ کر سکتی ہے اس کے لئے وہ مثال کے طور پر ایک سال یا اس سے کم زیادہ کی مہلت کا تعین کر سکتی ہے۔ یہ منصوبہ بہت وسیع پیمانے کا ہو سکتا ہے کیونکہ مسلم ممالک کے پاس وسائل اور صلاحیتیں بے پناہ ہیں۔ انہیں بروئے کار لا کر مسلم ممالک کے تعلقات کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جا سکتا ہے۔ میری دعا ہے کہ خداوند عالم ہماری اور پوری مسلم امہ کی مدد کرے۔ ہمیں عزم و حوصلہ عطا فرمائے تاکہ ہم اپنے ایمان و عقیدے کی روشنی میں آگے بڑھ سکیں۔ مضبوطی اور مکمل خود اعتمادی کے ساتھ قدم بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہماری مدد فرمائے گا۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ.

اورجن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا انہیں ہم ضرور اپنی راہ کی ہدایت کریں گے۔اوراس میں شک نہیں کہ خدا نیکوکاروں کا ساتھی ہے۔ [۱]

اللہ آپ سب کو کامیاب کرے۔ میں اپنے سبھی بھائیوں کا شکر گذار ہوں خواہ ہو ہمارے غیر ملکی مہمان ہوں یا ملک کے شعبہ بینکاری کے عہد یداران۔اسی طرح میں شکریہ ادا کرتا ہوں جناب ڈاکٹر شیبانی اور جناب ڈاکٹر احمد محمد علی کا۔اللہ انہیں بھی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرے۔ یہ بھی اس سلسلے میں گرانقدر مہارتوں کے مالک ہیں۔ان کا تعلق بڑے تجربہ کار افراد سے ہے۔اللہ آپ سب کو منزل مقصود تک پہنچائے.

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

---

[۱] سورۂ عنکبوت:۶۹

# مزاحمتی معیشت کے اہم عناصر، تقاضے اور لوازمات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خوش آمدید کہتا ہوں تمام عزیز بھائیوں اور بہنوں کو اور شکرگزار ہوں کہ اس دعوت کو آپ نے قبول فرمایا اور اس نشست میں تشریف لائے۔ ان شاء اللہ اپنائیت کے اس ماحول میں جو باتیں پیش کی جائیں گی وہ ملکی ترقی کی راہ میں اور ملک کے اعلی اہداف تک رسائی کے سفر میں مددگار اور آگے کی سمت ایک قدم ثابت ہوں گی۔

## اہم اور اساسی پالیسیوں کے متعلق اہم ذمہ داریاں

آپ برادران و خواہران عزیز کو یہاں تشریف آوری کی یہ زحمت دینے کا مقصد یہ ہے کہ مزاحمتی معیشت کی پالیسیوں کے بارے میں جس کا حال ہی میں نوٹیفکیشن جاری کیا گیا اور جس کا اعلان کیا گیا[1] ان کے بارے میں تھوڑی گفتگو ہو جائے۔ تا کہ ان پالیسیوں کے جو لوازمات و مقدمات ہیں ان کی قدرے تشریح اور ان پر کسی حد تک تاکید ہو جائے۔ ان اہم اور اساسی

[1] 19 فروری 2014

پالیسیوں کے تعلق سے جو اہم ذمہ داریاں ہمارے دوش پر ہیں انہیں بیان کر دیا جائے۔ پہلے بھی اقتصادی شعبے سے متعلق گوناگوں پالیسیوں کے نوٹیفکیشن جاری کئے جا چکے ہیں۔ جیسے انرجی کی پالیسی، قومی پیداوار کی پالیسی، دفعہ چوالیس (نجکاری سے متعلق آئینی شق) کی پالیسی، سرمایہ کاری کی سیکورٹی کی پالیسی، پانی کی پالیسی وغیرہ۔ ان پالیسیوں میں توجہ کا مرکز ایک روڈ میپ پیش کرنا ہوتا تھا۔ یعنی مثال کے طور پر اگر قومی پیداوار کے مسئلے میں، پانی کے سلسلے میں، انرجی کے مسئلے میں یا دیگر مسائل میں ہم فریم ورک پیش کرنا چاہتے تھے جس کی بنیاد پر حکام اپنا کام انجام دیں، تو یہ روڈ میپ پیش کیا جاتا تھا۔ لیکن اس دفعہ کی پالیسیوں کے سلسلے میں صرف روڈ میپ نہیں پیش کیا گیا ہے بلکہ اس راستے کو صحیح طور پر طے کرنے کا پیمانہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

بالکل اسی طرح جیسے ٹریفک کے قوانین اور علامات ہوتی ہیں۔ ان پالیسیوں کی مختلف شقوں میں کچھ فرائض کا تعین کیا گیا ہے جو حقیقت میں اس روڈ میپ کے مطابق درست پیش قدمی کی ضمانت بھی ہیں۔ یعنی یہ کلی، ہمہ گیر اور عمومی پالیسیاں ایسی ہیں کہ ان کے ہر حصے میں کچھ معیارات اور علامات کا تعین کر دیا گیا ہے۔

## مزاحمتی معیشت

ان پالیسیوں کی شقوں کے مطالعے میں ان اقدامات اور کاموں کو واضح کر دیا گیا ہے جنہیں انجام دیا جانا ہے۔ مزاحمتی معیشت کی کلی پالیسیوں کا یہ پیکج درحقیقت ایک مقامی علمی ماڈل ہے جو ہماری اسلامی و انقلابی ثقافت سے ماخوذ ہے اور جو ہماری موجودہ اور مستقبل کی صورت حال سے مطابقت رکھتا ہے۔

میں اس کی تشریح کروں گا کہ یہ ماڈل صرف موجودہ ملکی حالات کے لئے نہیں ہے بلکہ

یہ ملکی معیشت کے لئے ایک دراز مدتی تدبیر ہے جس سے اقتصادی شعبے میں اسلامی جمہوری نظام کے اہداف کی تکمیل ہوسکتی ہے، جس سے ہماری مشکلات کا ازالہ ہوسکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس میں بڑھنے اور وسعت پانے کی صلاحیت بھی ہے، یعنی ان پالیسیوں کو ایسے فریم ورک کی بنیاد پر تیار نہیں کیا گیا ہے جس پر جمود طاری ہو، یہ ارتقائی عمل طے کرنے والا ماڈل ہے، مختلف حالات سے جو بعض ادوار میں پیدا ہوجاتے ہیں، خود کو ہم آہنگ کرنے والا ماڈل ہے۔ یہ عملی طور پر ملکی معیشت میں ایک طرح کی لچک پیدا کردے گا یعنی گوناگوں جھٹکوں کے نتیجے میں جن کا میں ابھی ذکر کروں گا، اس معیشت کو ٹوٹ جانے اور بکھر جانے کا اندیشہ نہیں رہے گا۔ یہ ماڈل صاحب نظر افراد کی بحث و گفتگو اور اتفاق رائے سے اسی طرح عدلیہ، مقننہ اور مجریہ کے سربراہوں کی موجودگی میں تشخیص مصلحت نظام کونسل کی بحث و گفتگو کے بعد تیار کیا گیا ہے۔ اس عمل میں ماہرین اقتصادیات کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔

اس اقتصادی ماڈل کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس پر سب کا اتفاق رائے ہے۔ یعنی تشخیص مصلحت نظام کونسل میں اس پر باقاعدہ بحث ہوئی ہے، باریکیوں کا جائزہ لیا گیا ہے، اس کے تمام پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس کونسل میں تینوں شعبوں کے سربراہ شامل ہیں دوسرے بھی بہت سے عہدیدار موجود ہیں، سب نے باقاعدہ بحث کی، غور کیا، جائزہ لیا اور بڑے محکم انداز میں اسے تیار کیا گیا ہے۔

مزاحمتی معیشت کی جانب یہ رجحان صرف ہم سے مختص نہیں ہے۔ آج بہت سے ممالک میں خاص طور پر ان حالیہ برسوں کے دوران دنیا میں جو شدید اقتصادی جھٹکے دیکھنے میں آئے ہیں ان کی وجہ سے بہت سے ممالک اپنی اپنی معیشتوں کو مستحکم بنانے کی فکر میں لگ گئے ہیں۔ البتہ ہر ملک کے اپنے خاص حالات ہیں۔ سرمایہ دارانہ معیشت کی جو مشکلات اور خامیاں ہیں، وہ مغرب اور امریکا سے شروع ہوئیں اور بہت سے ملکوں میں پھیل گئیں۔ مجموعی طور پر عالمی

معیشت پیکر واحد کی مانند ہے جس کے اجزا ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان مشکلات سے تمام ملکوں کا متاثر ہونا فطری تھا۔ کچھ ممالک کم متاثر ہوئے کچھ پر زیادہ اثر پڑا۔ لہٰذا بہت سے ممالک اب اس فکر میں لگ گئے ہیں کہ اپنی معیشت کی بنیادیں مضبوط کریں۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہا جائے کہ اپنے اپنے خاص حالات کے مطابق اسی مزاحمتی معیشت کی منصوبہ بندی کریں اور اسے جامہ عمل پہنائیں۔ میری نظر میں ہمیں مزاحمتی معیشت کی ضرورت دوسرے ممالک سے زیادہ ہے۔ ہمیں دوسروں سے زیادہ اس بات کی احتیاج ہے کہ اپنی معیشت کو مستحکم کریں۔

اس کی ایک وجہ تو ہمارے اور دیگر ممالک کے درمیان مشترکہ طور پر موجود ہے کہ ہم بھی عالمی معیشت سے وابستہ ہیں اور اس رابطے کو ہم جاری بھی رکھنا چاہتے ہیں، ہم عالمی معیشت سے الگ اور جدا ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے، دنیا کی موجودہ صورت حال میں یہ ممکن بھی نہیں ہے۔ لہٰذا عالمی معیشتوں میں جو تغیرات پیش آتے ہیں ان سے ہم بھی متاثر ہوتے ہیں۔

دوسری وجہ وہ خصوصیت ہے جو ہمارے یہاں پائی جاتی ہے۔ ہم اپنی خودمختاری کی وجہ سے، اپنے وقار کی وجہ سے، بڑی طاقتوں کی پالیسیوں کے دباؤ میں کام نہ کرنے پر اپنے اصرار کی وجہ سے حملوں کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ آپ معروضی حالات میں مشاہدہ کر رہے ہیں، ہمارے سلسلے میں مخالفت و مخاصمت، رخنہ اندازی کی کوششیں، بہانے بازی، اور مشکل تراشی کی کوششیں دوسرے ملکوں کی نسبت زیادہ ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس بات پر زیادہ توجہ دینا چاہئے کہ ہماری معیشت کے ستون اور بنیادیں زیادہ مضبوط اور مستحکم ہوں۔ اپنی معیشت کو ایسی پوزیشن میں نہ رہنے دیں کہ ناگزیر تغیرات اور بدخواہوں کے عزائم اس پر اثر انداز ہوسکیں۔ تو ہمیں اس کی ضرورت ہے۔

# مزاحمتی معیشت کی خصوصیات

میں مزاحمتی معیشت کے ماڈل کی خصوصیات اور اہم عوامل کی ایک اجمالی فہرست آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہوں گا۔ پہلے ان عوامل کی فہرست اور اس کے بعد یہ نکتہ بیان کروں گا کہ ہم موجودہ دور میں مزاحمتی معیشت کو ایک اہم ضرورت اور احتیاج کیوں سمجھتے ہیں اور کیوں اس کے لئے کوشاں ہیں، تیسرے حصے میں ان لوازمات اور ضروری اقدامات کی طرف اشارہ کروں گا جو ہمیں انجام دینے ہیں۔

میں اپنی گفتگو کے پہلے حصے میں دس خصوصیات کا ذکر کروں گا جو میں نے نوٹ کر رکھی ہیں، یہ اس مزاحمتی معیشت کی خصوصیات ہیں اور درحقیقت اس پیکیج کے عناصر و عوامل ہیں۔

## (۱) ملکی معیشت میں رونق اور تحرک پیدا کرنا

ایک ہے ملکی معیشت میں رونق اور تحرک پیدا کرنا اور اہم معیاروں جیسے اقتصادی نمو، قومی پیداوار، روزگار، افراط زر میں کمی، پروڈکٹیوٹی میں اضافہ، رفاہ عامہ کی صورت حال کو بہتر بنانا۔ ان پالیسیوں میں ملکی معیشت کی رونق اور تحرک اور ان معیاروں کی بہتری کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ انہیں معیاروں میں سماجی مساوات کا انتہائی اہم اور کلیدی معیار بھی ہے۔ یعنی ہم سماجی انصاف سے عاری اقتصادی رونق کی ہرگز حمایت نہیں کرتے، ہم اسے قبول نہیں کرتے۔

بعض ممالک ہیں جن کی اقتصادی ترقی کا گراف تو بہت اچھا ہے، قابل تعریف ہے، اقتصادی نمو بہت اچھا ہے لیکن تفریق، طبقاتی فاصلہ اور مساوات و انصاف کا فقدان انہی ملکوں میں صاف محسوس ہوتا ہے۔ ہم اسے اسلام کی منشا اور اسلامی جمہوریہ کے اہداف کے منافی مانتے

ہیں۔

بنابریں ہمارا ایک اہم معیار سماجی انصاف کا معیار ہے۔محروم طبقات کو ملک کی اقتصادی ترقی سے حقیقی معنی میں فائدہ پہنچنا چاہئے۔یہ تو رہا سب سے پہلا فیکٹر۔

## (۲)مشکلات پیدا کرنے والے عوامل و اسباب سے تحفظ

دوسرا فیکٹر ہے مشکلات پیدا کرنے والے عوامل و اسباب کا سامنا کرنے کی توانائی۔ ان پالیسیوں میں اس فیکٹر کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے، اس پر دھیان دیا گیا ہے۔جیسا کہ میں نے عرض کیا، بعض ملکوں کی معیشتوں کو متاثر کرنے والے اسباب میں عالمی سطح پر اقتصادی میدان میں ہونے والی دگرگونی ہے جو پیش آئی۔جیسا کہ حالیہ برسوں میں ہم نے دیکھا یا دوسرے مواقع پر بھی یہ صورت حال پیش آ چکی ہے اور اس نے دنیا کے ملکوں کو متاثر کیا ہے۔میں نے ایک بار کہا تھا کہ جنوب مشرقی ایشیا کے ایک ملک کے سربراہ تشریف لائے تھے اور انہوں نے مجھ سے ملاقات کی تھی۔[1] اس زمانے میں اس خطے میں ایک عجیب و غریب انتشار کی صورت حال تھی۔ اس صدر نے مجھ سے کہا کہ آپ بس اتنا سمجھ لیجئے کہ راتوں رات ہمارا ملک دولت مند سے غریب ملک بن گیا!

غیر مستحکم معیشت اسی کو کہتے ہیں۔تو معیشتوں کو متاثر کرنے والا ایک اہم فیکٹر عالمی سطح کی ناموافق تبدیلیاں ہیں جو ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں۔ان تبدیلیوں اور دگرگونیوں میں ایک تو ہے قدرتی آفات اور دوسرے مخاصمانہ اقدامات جیسے پابندیاں وغیرہ۔

آپ فرض کیجئے کہ فیصلہ کرنے والے مراکز یہ فیصلہ کریں تیل کے بارے میں اور تیل

---

[1] 10 دسمبر 1997

کی قیمت مثال کے طور پر چھے ڈالر فی بیرل کر دیں، ایسا ہمارے ساتھ ہو چکا ہے، ان میں سے بہت سی باتیں معمول کا حصہ نہیں ہوتیں بلکہ منصوبہ بندی کے ساتھ، فیصلہ کر کے اور طے شدہ عزائم کے ساتھ انجام دی جاتی ہیں، کچھ مراکز ان کے لئے کام کرتے ہیں۔ تو دوسرا اہم فیکٹر ہے مزاحمت کی توانائی اور خطرہ پیدا کرنے والے عوامل کا سامنا کرنے کی قوت جس کی تشریح میں نے کی۔

## (۳) داخلی توانائیوں پر تکیہ

تیسرا اہم نکتہ ہے داخلی توانائیوں پر تکیہ کرنا، ان پالیسیوں میں اس چیز کو مدنظر رکھا گیا ہے، میں ان توانائیوں اور صلاحیتوں کے بارے میں مختصر تشریح پیش کرنا چاہوں گا؛ علمی استعداد اور صلاحیتوں کے اعتبار سے، افرادی قوت کے اعتبار سے، قدرتی ذخائر کے اعتبار سے، مالیاتی وسائل کے اعتبار سے اور جغرافیائی خصوصیات کے اعتبار سے ہمارے پاس بے پناہ اور نہایت اہم صلاحیتیں ہیں۔ مزاحمتی معیشت کی پالیسیوں میں اصلی بنیاد اور تکیہ گاہ داخلی توانائیوں کو قرار دیا گیا ہے جو بہت وسیع پیمانے پر موجود ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم بیرون ملک موجود وسائل و امکانات پر اپنی آنکھ بند کر لیں۔ نہیں، ہم ان سے بھی یقینی طور پر استفادہ کریں گے، بھرپور استفادہ کریں گے لیکن ہم بنیادی طور پر داخلی وسائل و امکانات پر تکیہ کریں گے اور اپنے اندرونی ذخائر کو اپنا محور قرار دیں گے۔

## (۴) مجاہدانہ طرز عمل

چوتھا نکتہ ہے مجاہدانہ طرز عمل، ان پالیسیوں میں اسے مدنظر رکھا گیا ہے۔ مجاہدانہ ہمت

وحوصلہ اور مجاہدانہ نظم ونسق۔ معمول کی رفتار اور کام سے پیشرفت حاصل نہیں ہوتی، عام رفتار اور کبھی کبھی بے توجہی اور تساہلی کے ساتھ چلنے کی صورت میں عظیم کارنامے انجام نہیں دیئے جا سکتے۔ اس کے لئے مجاہدانہ ہمت وحوصلہ درکار ہوتا ہے، مجاہدانہ اقدامات اور مجاہدانہ انتظام و انصرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو اقدامات انجام دیئے جائیں وہ علمی معیاروں پر پورے اترتے ہوں، بھرپور انداز میں انجام دیئے جائیں، منصوبہ بندی کے ساتھ انجام دیئے جائیں اور مجاہدانہ روش اختیار کی جائے۔ گزشتہ ہفتوں کے دوران تینوں شعبوں کے سربراہوں سے میری جو ملاقات ہوئی [۱] اس میں میں نے اس بات کو پیش کیا۔ صدر محترم کی زبانی یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ حکومت کے اندر جو افراد ان امور پر مامور ہیں وہ بھی مجاہدانہ انداز سے اور پوری لگن کے ساتھ یہ کام کرنے کا عزم رکھتے ہیں۔ یہ بہت اچھی بات ہے، یہ ضروری ہے، اس کے بغیر آگے بڑھ پانا ممکن نہیں ہے۔

## (۵) عوام الناس کو شامل کرنا

پانچواں نکتہ جو ان پالیسیوں میں مدنظر رکھا گیا ہے وہ ہے عوام کا محوری رول۔ تجربات سے بھی ثابت ہے اور اسلامی تعلیمات میں بھی اس بات پر تاکید کی گئی ہے کہ جب عوام الناس میدان میں اترتے ہیں تو دست قدرت الٰہی بھی ان کی مدد کرتا ہے۔

یَدُ اللهِ مَعَ الجَماعَةِ؛ [۲]

جہاں بھی عوام الناس ہوں گے عنایت خداوندی، نصرت الٰہی اور حمایت پروردگار بھی ان کے ساتھ ہوگی۔ اس کی مثال آٹھ سالہ مقدس دفاع ہے، اس کی ایک اور مثال خود اسلامی

---

[۱] 25 فروری 2014

[۲] نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۷

انقلاب ہے، اس کی ایک اور مثال گزشتہ پینتیس سال کے دوران انتہائی دشوار مراحل سے کامیابی کے ساتھ ہمارا گزرنا ہے۔ چونکہ عوام میدان میں موجود تھے لہٰذا کام انجام پاتے رہے۔

ہم نے اقتصادی میدان میں اس مسئلے کو کما حقہ اہمیت نہیں دی۔ دفعہ چوالیس کی پالیسیاں جو ہم نے منظور کیں اور جن کا نوٹیفکیشن جاری کیا ان کا مقصد یہی تھا لیکن ان پالیسیوں پر کما حقہ عمل نہیں ہوا۔ میں نے انہی برسوں میں اسی جگہ پر حکام کے ساتھ ملاقات میں دفعہ چوالیس کی پالیسیوں کے بارے میں گفتگو کی [1]۔ سب نے تائید بھی کی، عملی طور پر کچھ اقدامات بھی انجام دیئے گئے جس پر اظہار تشکر کرنا چاہئے۔ لیکن جو حق تھا وہ ادا نہیں ہوا۔

ہمیں عوام پر تکیہ کرنا چاہئے، عوام کو اہمیت دینا چاہئے، عوام اپنے وسائل کے ساتھ اقتصادی میدان میں اتریں، ماہرین، تجربہ کار افراد، صنعت کار، سرمایہ دار، ملک کے اندر موجود یہ بے پناہ توانائیاں یہ میدان میں آئیں۔ میں برسوں سے عوام کے مختلف طبقات سے باقاعدہ رابطے میں ہوں لیکن اس کے باوجود بسا اوقات ایسی چیزیں نظر آ جاتی ہیں جو میرے لئے بالکل نئی ہوتی ہیں جن سے میں اب تک ناواقف تھا۔ ملک کے اندر کام کے لئے پوری طرح آمادہ، مہارت رکھنے والے، خلاقانہ صلاحیتوں کے مالک، ٹکنالوجی سے آگاہ اور سرمایہ رکھنے والے افراد کی بہت بڑی تعداد ہے، وہ کام کرنا چاہتے ہیں۔ حکومت انہیں میدان میں لانے کے لئے راستہ ہموار کرے، ان کی رہنمائی کرے وہ کہاں مصروف کار ہو سکتے ہیں، ان کی پشت پناہی کرے، حکومت کی بنیادی ذمہ داری یہی ہے۔ حکومت کی اقتصادی سرگرمیوں کا جہاں تک سوال ہے تو کچھ شعبے ایسے ہیں جہاں اس کی شمولیت ضروری ہے تو وہ شمولیت رہے لیکن اقتصادی سرگرمیوں کی بنیادی ذمہ داری عوام کو دی جائے۔ ان پالیسیوں میں اس بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

---

[1] اقتصادی شعبے کے عہدیداروں اور دفعہ چوالیس پر عملدرآمد کے ذمہ دار کی قائد انقلاب اسلامی سے 19 فروری 2006 کو ہونے والی ملاقات

# (٦) اشیائے ضروریہ کی سیکورٹی

چھٹا مسئلہ اشیائے ضروریہ کی سیکورٹی سے متعلق ہے۔ ان اشیاء میں سب سے پہلے غذائی اشیاء اور دواؤں کا نمبر آتا ہے۔ ملک کی داخلی پیداوار کی اس طرح منصوبہ بندی کی جائے کہ حالات کیسے بھی ہوں، غذائی اشیاء اور دواؤں کے مسئلے میں وطن عزیز کو کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ یہ ان پالیسیوں کا بہت اہم فیکٹر ہے جن کا نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ہے۔ ہمیں خود کفیل ہونا ہے، ہمیں خود کفائی کی منزل تک پہنچانے والے راستوں اور مقدمات پر بھرپور طریقے سے توجہ دینا چاہیئے۔

# (٧) تیل پر انحصار میں کمی

ساتواں نکتہ، تیل پر انحصار میں کمی ہے۔ ہماری معیشت کی ایک بڑی کمزوری تیل پر اس کا انحصار ہے۔ دسیوں سال کی مدت کے دوران یہ عظیم خداداد نعمت سیاسی، اقتصادی اور سماجی میدانوں میں مشکلات کا باعث بنی۔ ہمیں اس کا بنیادی حل تلاش کرنا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ تیل کو استعمال ہی نہ کیا جائے، ہمارا یہ کہنا ہے کہ تیل کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی کا استعمال کمترین سطح تک پہنچایا جائے۔ تیل کو ایک پروڈکٹ کے طور پر رکھا جائے، ان پالیسیوں میں اس پر بھی توجہ دی گئی ہے۔ تو ایک اساسی اور بنیادی کام یہی ہے جو انجام پانا چاہیئے۔ اس کے لئے بلند ہمتی کی ضرورت ہے اور ہم نے ان پالیسیوں کے نوٹیفکیشن کی تیرہویں شق میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس شق پر سنجیدگی سے عمل کیا جانا چاہیئے۔

# (۸) کفایت شعاری

آٹھواں مسئلہ معیار صرف کی اصلاح کا ہے۔ کفایت شعاری کا مسئلہ، فضول خرچی سے اجتناب، اسراف سے پرہیز، فالتو اخراجات سے اجتناب۔ البتہ اس سلسلے میں سب سے پہلے میرا خطاب حکام سے ہے۔ حکام صرف اپنی ذاتی زندگی میں نہیں جو دوسرے درجے کا مسئلہ ہے، بلکہ اپنے دائرہ کار کے اندر اور اپنے ادارے میں اسراف کو روکیں۔ اگر اس میں کامیابی مل جائے یعنی ہم حکام اس اصول کے پابند ہو جائیں تو یہ جذبہ اور مزاج، یہ عادت اور یہ اخلاق عوام میں بھی سرایت کرے گا۔ آج ہم عوام کے درمیان اور ان لوگوں میں بھی جو متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، اسراف اور فضول خرچی دیکھ رہے ہیں، بہت سے مواقع پر ہمیں اسراف دکھائی دیتا ہے۔

عوام سے بھی ہم گزارش کریں گے لیکن یہ « كُونُوا دُعَاةَ النَّاسِ بِغَيْرِ أَلْسِنَتِكُمْ » [1] کی منزل ہے۔ حکام کو چاہئے کہ اپنے ادارے میں اس نکتے پر توجہ دیں۔ اسراف نہ ہونے پائے۔ اخراجات کا جو معیار بنایا جائے وہ حقیقت میں عاقلانہ، مدبرانہ اور اسلامی ہو۔ ہم عوام سے یہ نہیں کہتے کہ خود کو ہلکان کر لیں، ممکن ہے بعض افراد ہماری بات کو اسی انداز سے پیش کریں۔ مزاحمتی معیشت کی پالیسیوں کا نوٹیفکیشن جاری ہوا تو ابھی اس کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی کہ کچھ لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ لوگ تو عوام کو مفلوک الحالی کی زندگی گزارنے کی دعوت دے رہے ہیں۔

جی نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس کے بالکل برعکس ہمارا موقف یہ ہے کہ اگر ان

---

[1] بحار الانوار، جلد ٦٧، صفحہ ٣٠٩

پالیسیوں پر عملدر آمد ہوا تو عوام کی حالت میں بہتری آئیگی۔ کمزور طبقات کی حالت بہتر ہوگی۔ جس ملک میں افراط زر مناسب سطح پر ہو، روزگار کے مواقع مناسب انداز میں موجود ہوں، وہاں عوام چین وسکون کے ساتھ آسودہ زندگی گزاریں گے۔ ہم عوام سے کبھی نہیں کہیں گے کہ مفلسانہ زندگی گزاریں۔ ہمارا بس یہ کہنا ہے کہ فضول خرچی نہ ہو، استعمال کرنا الگ چیز اور غلط استعمال کرنا ایک الگ بات ہے۔

میں نے چند سال قبل آغاز سال کی اپنی تقریر میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی تھی [1]۔ ہم عہدیداروں کو چاہئے کہ اسے اپنا مطمح نظر بنائیں۔ پانی کے استعمال میں اسراف، روٹی کے استعمال میں اسراف، غذائی اشیاء کے استعمال میں اسراف، دواؤں کے استعمال میں اسراف، سامان کے استعمال میں اسراف، آرائش اور سجاوٹ کی اشیاء کے استعمال میں اسراف، ان چیزوں سے ملک کے اہم ذخائر کا ایک بڑا حصہ ضائع ہوجاتا ہے۔ یہ ان چیزوں میں ہے جن پر سنجیدگی سے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ صحیح اور درست استعمال، اسراف، تضییع اور فضول خرچی سے الگ روش ہے۔

## (۹) بدعنوانیوں کا سد باب

نواں مسئلہ بدعنوانی کے سد باب کا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ عوام الناس اقتصادی میدان میں قدم رکھیں تو اس شعبے کو تحفظ دینا ہوگا۔ اگر تحفظ دینا ہے تو بدعنوان عناصر، غلط فائدہ اٹھانے والوں، قانون شکنی کرنے والوں اور قانون کو چکمہ دینے والوں پر لگام لگانی ہوگی۔ اسی کو بدعنوانی کا سد باب کہتے ہیں، اس پر سنجیدگی سے عمل ہونا چاہئے۔

---

[1] 21 مارچ 1998

خوشی کی بات یہ کہ آج کل حکام کے بیانوں میں بھی یہ بات بار بار سنائی دے رہی ہے لیکن صرف کہنا کافی نہیں ہے۔ مجریہ، عدلیہ اور مقننہ سے تعلق رکھنے والے تمام حکام کے شانے پر اس سلسلے میں اہم ذمہ داریاں ہیں۔ اگر معاشرے اور ملکی معیشت کی حالت ایسے مکان کے جیسی ہو جس میں دروازہ نہ لگا ہو، جو چاہے اس میں داخل ہو جائے، جیسے چاہے اس میں رہے، جو چاہے اٹھا کر لے جائے، استعمال کرے تو ظاہر ہے کہ شریف انسان جو حلال راستے سے روزی حاصل کرنے کا قائل ہے، وہ ہرگز اس کا رخ نہیں کرے گا۔ حالات میں استحکام ہونا چاہئے۔ اس طرح کے حالات ہوں تبھی کوئی سرمایہ کار کام کرنے پر تیار ہوگا اور اسے احساس تحفظ رہے گا۔ ایسے حالات اور ماحول میں اگر کوئی بھی شخص اپنی جدت عملی اور لگن کے ذریعے، اپنے سرمائے اور سرمایہ کاری کے ذریعے دولتمند ہو جاتا ہے تو اسلامی نظام اس کی حمایت کرے گا، اس کی پشت پناہی کرے گا۔ اگر اس طرح کا صحتمند ماحول قائم ہو جائے تو دولت کا حصول اور آمدنی مباح ہوگی اور اسلامی نظام بھی اس کا حامی ہوگا۔ یہ نواں نکتہ ہے۔

## (۱۰) علم و دانش کے محور پر ان پالیسیوں کا استوار ہونا

مزاحمتی معیشت کی کلی پالیسیوں کا دسواں نکتہ علم و دانش کے محور پر ان پالیسیوں کا استوار ہونا ہے۔ یہ بہت اہم خصوصیت ہے۔ خوش قسمتی سے آج علم و دانش اور سائنس و ٹکنالوجی کے اعتبار سے ملک جس مقام پر ہے اس کے پیش نظر ہم اس طرح کی بڑی منصوبہ بندی کر سکتے ہیں اور اپنی معیشت کو نالج بیسڈ معیشت بنانے کی بات کر سکتے ہیں۔ میں بعد میں اس سلسلے میں کچھ تفصیلات بیان کروں گا۔ ہمارے ملک میں ماہر افراد، سائنسدانوں، نالج بیسڈ کمپنیوں اور خلاقانہ صلاحیتوں کے مالک لوگوں کی خاصی تعداد ہے، بہترین افرادی قوت ہے۔ اگر ہم اس دسویں

نکتے پر پوری طرح توجہ دیں تو علم وسائنس سے دولت وثروت تک کا سلسلہ فعال ہو جائے گا اور اس میں وسعت آئے گی۔ ان شاء اللہ مزاحمتی معیشت میں یہ ہدف ضرور حاصل ہوگا۔ یہ وہ اہم خصوصیات اور عوامل ہیں جنہیں ان پالیسیوں کے تعین میں مدنظر رکھا گیا ہے۔ دوسری بھی بہت سی اہم باتیں ہیں جو پالیسیوں کے متن میں موجود ہیں، تاہم ان میں سب سے اہم یہ دس نکات تھے جو میں نے بیان کئے۔

# مزاحمتی معیشت کے موضوع کا مقصد

اب سوال یہ ہے کہ معروضی حالات میں مزاحمتی معیشت کا موضوع اٹھانے کا کیا یہ مقصد ہے کہ ہم ایک عارضی منصوبے پر عمل کرنا چاہتے ہیں؟ چونکہ اس وقت ہمارے ملک کو پابندیوں، دباؤ اور اقتصادی جنگ کا سامنا ہے لہٰذا اس اقتصادی لشکرکشی کا سامنا کرنے کے لئے ہم پالیسی ساز اور آپریشنل ٹیمیں بنا رہے ہیں اور اسی سلسلے میں ہم نے ان پالیسیوں کو وضع کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ دراز مدتی پالیسیاں ہیں، موجودہ دور کے لئے بھی مفید ہیں اور ایسے حالات کے لئے بھی کارآمد ہیں جب ہمارے اوپر کسی قسم کی پابندی نہ ہو۔ یعنی یہ ایسی دراز مدتی پالیسیاں ہیں جن پر ملکی معیشت کی بنیاد رکھی جاتی ہے، یہ وقتی تدبیر نہیں ایک دراز مدتی روڈ میپ ہے، ایک اسٹریٹیجک پالیسی ہے۔ ہمارا ملک ایک بڑا اور قدیم تاریخ کا مالک ملک ہے، اپنا ایک مقام رکھتا ہے، آج دنیا میں بڑا باوقار ملک سمجھا جاتا ہے، ارتقائی عمل طے کرنے والی ثقافت، درخشاں ماضی اور اعلی اہداف رکھنے والا ملک ہے جس کے پاس بیان

کرنے کے لئے اپنی باتیں ہیں۔

اتنی خصوصیات کے مالک ملک کی معیشت میں وہی خصوصیات ہونی چاہئے جن کا ذکر مزاحمتی معیشت کی پالیسیوں میں کیا گیا ہے۔ہم نے عرض کیا کہ یہ پالیسیاں رجعت پسندانہ نہیں ہیں۔خود کو خود ساختہ خول میں محصور کر لینے والی پالیسیاں نہیں ہیں کہ اگر دنیا میں کوئی نئی فکر اور نیا آئیڈیا معرض وجود میں آئے تو یہ معیشت اسے اپنے اندر جگہ نہ دے سکے۔ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اس میں بڑی لچک اور گنجائش ہے۔اس میں اضافہ ہوسکتا ہے، اس میں وسعت پیدا کی جا سکتی ہے، لیکن اس کا مرکزی راستہ بدلنے والا نہیں ہے۔

ہم نے نوٹیفکیشن کا جو متن تیار کیا اس کے مقدمے میں چار نکات کو یہ پالیسیاں تیار کرنے کے اہم محرکات اور اسباب کے طور پر ذکر کیا ہے۔ یہ چاروں نکات میں یہاں بھی بیان کرنا چاہوں گا۔ان میں ایک تو ملک کے اندر وسیع پیمانے پر موجود مادی و روحانی توانائیاں اور صلاحیتیں ہیں، نوٹیفکیشن میں پالیسیوں کے مقدمے میں میں نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ملک کے اندر موجود توانائیاں بہت زیادہ ہیں۔

## افرادی قوت سے استفادہ

ہم میں سے بہت افراد ان حیرت انگیز صلاحیتوں کی وسعت سے آگاہ نہیں ہیں، یا ان کی اہمیت پر غور نہیں کرتے۔یعنی ہم جانتے ہیں، ہمارے پاس اعداد وشمار ہیں مگر غور نہیں کرتے۔ بعض حکام ایسے بھی ہیں، جن کے پاس اعداد وشمار ہیں لیکن ان اعداد وشمار کی اہمیت پر توجہ نہیں دیتے۔مثال کے طور پر افرادی قوت جس کا میں نے پہلے بھی ذکر کیا۔ہم آج افرادی قوت کے اعتبار سے اور نوجوانوں کی تعداد کے اعتبار سے بہترین پوزیشن میں ہیں۔

اس وقت ہماری اکتیس فیصدی سے زیادہ آبادی پندرہ سے انتیس سال کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ یہ بہترین صورت حال بلکہ غیر معمولی حد تک اچھی صورت حال ہے۔ البتہ میں آبادی بڑھانے کے سلسلے میں جس چیز پر بار بار تاکید کر رہا ہوں، اگر اس پر توجہ نہ دی گئی تو وہ دن دور نہیں جب ہماری یہ اہم خصوصیت سلب ہو جائیگی۔ نسل میں اضافے کے موضوع پر بھی پالیسیاں وضع کی جا رہی ہیں اور ان کا بھی نوٹیفکیشن جاری کیا جائیگا۔ تو ہماری موجودہ پوزیشن یہ ہے: اکتیس فیصدی سے زیادہ آبادی نوجوانوں کی ہے۔ اوائل انقلاب کے مقابلے میں اس وقت ہمارے ملک میں اسٹوڈنٹس کی تعداد پچیس گنا زیادہ ہو چکی ہے۔ اس وقت کے مقابلے میں ہماری آبادی دگنی ہوئی ہے لیکن طلبہ کی تعداد پچیس گنا زیادہ ہے۔ طلبہ کی تعداد بڑھ کر اکتالیس لاکھ ہو گئی ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ بہت عظیم تبدیلی ہے۔ یہ نمو بھی بہت اہمیت رکھتا ہے اور ہمارا یہ سرمایہ بھی جو اس وقت ہمارے پاس ہے بیش بہا ہے۔ یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کر چکے افراد کی تعداد ایک کروڑ ہے۔ اکیڈمک بورڈوں کے ارکان کی تعداد پینسٹھ ہزار ہے جو اوائل انقلاب کے مقابلے میں دس گنا زیادہ ہے۔ نالج بیسڈ کمپنیوں کی تعداد پانچ ہزار ہے جن میں سترہ ہزار ماہرین اور اسپیشلسٹ مصروف کار ہیں۔

آپ غور کیجئے یہ صلاحیتیں کتنی اہم ہیں؟! آج حالت یہ ہے کہ دنیا میں سائنس و ٹیکنالوجی کے اعتبار سے ملکوں کی پوزیشن اور مقام کا تعین کرنے والے مراکز اور ادارے ہمیں دنیا میں پندرہویں مقام پر مانتے ہیں، کچھ اداروں نے سولہویں مقام پر اور کچھ نے پندرہویں مقام پر رکھا ہے۔ البتہ یہ رینکنگ گزشتہ سال 2013 کی ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ بعض سائنسی شعبوں میں ہمارا مقام اس سے بہت بالاتر ہے۔ بعض علمی شعبوں میں ہم دنیا کے سات آٹھ ملکوں کے زمرے میں شامل ہیں، بعض میدانوں میں دنیا کے پہلے چار پانچ ملکوں میں ہمارا نام لیا جاتا ہے۔ یہ ہے ہماری افرادی قوت اور آمادگی کا عالم۔

# قدرتی سرمایہ تیل و گیس

ایک اور اہم توانائی، معدنیاتی سرمائے سے متعلق ہے۔ تیل اور گیس کے اعتبار سے ہم پہلے نمبر پر ہیں۔ میں نے گزشتہ سال نوروز کے موقعے پر کہا تھا[1] کہ تیل اور گیس کو بیک وقت دیکھا جائے تو ہم دنیا میں پہلے نمبر پر ہیں۔ گیس کے ذخائر کے اعتبار سے ہم دوسرے نمبر ہیں اور تیل کے اعتبار سے دوسرے یا تیسرے نمبر پر ہیں لیکن حال ہی میں صدر محترم نے ایک رپورٹ مجھے پیش کی جس کی بنیاد پر ہم گیس کے ذخائر کے اعتبار سے آج دنیا میں پہلے مقام پر ہیں، اور تیل کے ذخائر کے اعتبار سے حتمی طور پر دوسرا مقام ہمارا ہے، یہ بہت اہم چیز ہے۔

دنیا میں کوئی بھی ملک ایسا نہیں ہے جس کے پاس تیل اور گیس دونوں ہمارے وطن عزیز جتنی مقدار میں ہو۔ تیل اور گیس آج کی دنیا کی شہ رگ ہے۔ موجودہ دور میں تو یہی عالم ہے اور آئندہ برسوں میں بھی یہی صورت حال رہے گی۔ کب انسانیت تیل اور گیس سے بے نیاز ہوتی ہے اور اس کی گلوخلاصی ہوتی ہے ابھی کچھ نہیں معلوم ہے۔ یہ حیاتی اور اساسی مادہ آپ کے ملک میں ساری دنیا سے زیادہ ہے۔ کیا یہ کوئی معمولی توانائی ہے؟ یہ کوئی معمولی بات ہے؟ یہ تو رہا تیل اور گیس کا مسئلہ۔

ہمارے دیگر معدنیاتی ذخائر بھی اسی طرح ہیں۔ سونے کی معدنیات، سیمنٹ کی معدنیات، بیش بہا اور نایاب دھاتوں کی معدنیات۔ جو رپورٹیں ہمیں ملتی ہیں ان میں بعض تو مبہوت کر دینے والی ہوتی ہیں۔ یہ ہیں ہمارے ملک کی صلاحیتیں۔ ہماری صنعتی اور معدنیاتی صلاحیتیں متعدد اقسام کی اور بے پناہ مقدار میں ہیں۔ عالمی رپورٹوں اور اعداد و شمار کے مطابق

---

[1] 20 مارچ 2012

ہمارا ملک تقریباً ایک ہزار ارب ڈالر کی قومی پیداوار کے ساتھ دنیا کی سترہویں معیشت ہے۔ بنیادی تنصیبات جیسے سڑکیں اور پل، آج ہمارے ملک میں الگ الگ سائز کے چھے سو سے زیادہ پل ہیں۔ جب اسلامی انقلاب نے اس ملک کو اپنے ہاتھ میں لیا تو پورے ایران میں دس پندرہ پل تھے، مگر آج چھے سو سے زیادہ چھوٹے بڑے پل ہیں۔ ان میں بعض تو بڑی کلیدی اہمیت رکھتے ہیں۔ سڑکوں اور شاہراہوں کا بھی یہی عالم ہے، اعداد و شمار بہت اچھے ہیں۔ جغرافیائی محل وقوع، بین الاقوامی بحری حدود تک بآسانی رسائی، شمال جنوب اور مشرق و مغرب چاروں سمتوں کا نقطہ اتصال ہونے کی وجہ سے ٹرانزٹ کے اعتبار سے ہماری بہت اہمیت ہے۔ آب و ہوا کا تنوع، آلودگی سے پاک توانائی جیسے جوہری توانائی، سولر انرجی اور پانی سے تیار ہونے والی انرجی کے مواقع۔ یہ ساری چیزیں ملک کے اندر موجود ہیں۔ یہ پہلی وجہ ہے جس نے ہمیں ایسی معیشت کا ماڈل تیار کرنے کی ترغیب دلائی جس کا نام مزاحمتی معیشت ہے۔

## تیل کی آمدنی پر انحصار

دوسری اہم وجہ وہ مشکلات ہیں دو ہمیں درپیش ہیں۔ پرانی اور دائمی مشکلات۔ انہیں ایک اجتماعی اقتصادی مہم کے بغیر ختم کرنا ممکن نہیں ہے۔ ان میں سے ایک تیل کی آمدنی پر انحصار ہے جس کا ہم نے ذکر کیا۔ ایک اور مشکل امپورٹ کی عادت ہے وہ بھی غیر ترجیحی امپورٹ۔ افسوس کی بات ہے کہ ہم اس عادت میں مبتلا ہیں، ہم خود کو اس سے نجات نہیں دلا سکے ہیں۔ ہماری نگاہیں غیر ملکی مصنوعات پر لگی رہتی ہیں۔ طویل عرصے سے جاری افراط زر، بے روزگاری، اقتصادی ڈھانچے کے کچھ حصوں میں خامیوں کا موجود ہونا، مالیاتی سسٹم میں موجود خامیاں، ہمارا مالیاتی نظام، ہمارا بنکاری سسٹم، ہمار کسٹم کا نظام، اخراجات کے معیار میں خامیاں، پیداوار کے

شعبے کی کمیاں، پروڈکٹیوٹی کے سلسلے میں موجود کمیاں۔

یہ مشکلات آج ہمارے ملک میں موجود ہیں۔ہمیں ان خامیوں کو دور کرنا ہوگا۔ یہ مشکلات بھی ایک اہم محرک ہیں، دردمند انسان اور بلند ہمت عہدیدار کے لئے کہ وہ مزاحمتی معیشت کی تشکیل جیسا کوئی کام کرنے کے بارے میں سوچے۔ یہ مشکلات مجاہدانہ مہم، اجتماعی و دردمندانہ سعی پیہم کے بغیر دور نہیں ہوں گی۔ اس مہم کے کچھ تقاضے ہیں جو میں آپ کی خدمت میں ابھی عرض کروں گا۔

## غیر ملکی اقتصادی خطرات

تیسری اہم وجہ غیر ملکی اقتصادی خطرات ہیں۔ پابندیاں پہلے سے ہی موجود تھیں، مگر سنہ 90 (ہجری شمسی مطابق مارچ 2011 الی مارچ 2012) کے موسم گرما سے لے کر اب تک یہ پابنیاں اقتصادی جنگ کی صورت میں آگے بڑھ رہی ہیں۔اب یہ باہدف پابندیاں نہیں رہیں، یہ ہماری قوم کے خلاف کھلی اقتصادی لشکر کشی ہے۔اس کی وجہ نہ تو ایٹمی معاملہ ہے، نہ انسانی حقوق کی صورت حال ہے اور نہ ہی اس جیسے دیگر مسائل۔اس کی اصلی وجہ جس سے وہ بھی واقف ہیں اور ہم بھی آگاہ ہیں ملت ایران کا جذبہ حریت وخود مختاری ہے، اس کی وجہ اسلام پر استوار ایک نئے پیغام کا حامل ہونا ہے جو دیگر ممالک اور دیگر اقوام کے لئے مثالیہ قرار پا سکتا ہے۔انہیں بخوبی علم ہے کہ اگر اسلامی جمہوریہ ان میدانوں میں کامیاب ہوگئی تو دنیا میں اس لہر کو روک پانا ممکن نہیں ہوگا۔ یہ بڑی اہم تحریک ہے۔تو اصلی ماجرا یہ ہے۔اب اس کے لئے کبھی ایٹمی انرجی کا بہانہ تلاش کر لیتے ہیں، کبھی یورینیم کی افزودگی کو بہانہ بنا لیتے ہیں، کبھی انسانی حقوق کی بات کرنے لگتے ہیں کبھی اسی طرح کا کوئی اور شگوفہ چھوڑتے ہیں۔ پابندیاں تو ہم پر اس وقت بھی لگی ہوئی

تھیں جب ایٹمی مسئلے کا کہیں کوئی ذکر ہی نہیں تھا، اسی طرح آئندہ بھی یہ پابندیاں موجود رہیں گی۔ یہ ایٹمی مسئلہ اور یہ مذاکرات اگران شاء اللہ کسی حل تک پہنچ جاتے ہیں، تب بھی آپ دیکھیں گے کہ یہ دباؤ موجود ہے۔ ہمیں اس دباؤ کے سامنے خود کو مستحکم بنانا ہے، اپنے داخلی ڈھانچے کو مستحکم بنانا ہے۔ اپنی معیشت کو ہم اتنا مستحکم بنا دیں کہ دشمن اسے کوئی نقصان پہنچانے کی طرف سے پوری طرح مایوس ہو جائے۔ جب دشمن پر قنوطیت طاری ہو جائے گی تب عوام بھی مطمئن ہو جائیں گے اور حکام بھی آسودہ خاطر ہوں گے۔

# عالمی معاشی بحران

چوتھی وجہ عالمی معاشی بحران ہے۔ اس سلسلے میں پہلے بھی میں نے اشارہ کیا کہ یہ بحران مغربی معیشت اور امریکی اقتصاد سے پیدا ہوا ہے۔ یورپ میں بھی مشکلات امریکی معیشت کے بحران کی وجہ سے بڑھی ہیں، البتہ اس کے عوامل بھی موجود تھے۔ دوسرے ممالک میں بھی یہی ہوا۔ ہم اپنے اردگرد حصار کھینچ لینے کا ارادہ نہیں رکھتے، ہم نہ تو چاہتے ہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ اقتصادی اعتبار سے ساری دنیا سے قطع تعلق کر لیں۔ یہ چیز نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی مناسب ہے۔

بنابرایں ہماری معیشت کا بھی متاثر ہونا طے ہے، تو ہمیں چاہئے کہ اسے مستحکم بنائیں۔ یہ تھے مزاحمتی معیشت کی ضرورت کا احساس پیدا ہونے کے چار محرکات واسباب اور یہ ہماری اس گفتگو کا دوسرا حصہ تھا۔

# توقعات اور تقاضے

تیسرا حصہ توقعات اور تقاضوں کے بارے میں ہے۔ یہ اتنا بڑا منصوبہ، ہمہ گیر اور وسیع روڈ میپ پیش کیا گیا ہے۔ مگر صرف پالیسیوں کو متعارف کرا دینے سے مشکل حل ہونے والی نہیں ہے، یہ تو ابتدائی منزل ہے، بہت کچھ کرنا ابھی باقی ہے۔

## عزم محکم

سب سے پہلے تو عہدیداروں اور سرگرمیاں انجام دینے والے عوام الناس کا عزم محکم درکار ہے، انہیں چاہئے کہ عزم کریں، سب سے پہلے یہ کام مجریہ کرے، حکومتی عہدیدار کریں، اسی طرح مقننہ اور عدلیہ کے حکام نیز دیگر وہ شعبے جن کا اقتصادی مسائل سے ربط ہے۔ سب کو چاہئے کہ اس مسئلے میں پختہ عزم کے ساتھ کام کریں۔ پختہ عزم اور مضبوط قوت ارادی کے بغیر کوئی بڑا کام انجام نہیں دیا جا سکتا۔

## عمل صالح

دوسری اہم چیز ہے میدان عمل میں قدم رکھنا۔ اس میدان میں کام کرنا عمل صالح کا مصداق ہے۔ جو بھی اس میدان میں عمل کرے گا یقینی طور پر «وَ عَمِلوا الصالِحات» [1] کا

---

[1] منجملہ سورہ عصر، آیہ ۳

مصداق قرار پائے گا۔ یہ تجویز، یہ عظیم نقشہ راہ، با قاعدہ پروگرام اور پروجیکٹ کی شکل میں تبدیل ہو۔ اگر یہ کام انجام دیا گیا تو گویا ہم حقیقی معنی میں اقتصادی جہاد میں بھی کامیاب ہوئے ہیں۔ ہم نے موجودہ (ہجری شمسی) سال کو سیاسی و اقتصادی جہاد کا سال قرار دیا ہے۔ بحمد اللہ سیاسی جہاد تو بھرپور انداز میں انجام دیا گیا لیکن اقتصادی جہاد التوا کا شکار رہا۔ البتہ سال کے ان آخری ایام میں ان شاء اللہ یہ عمل اقتصادی جہاد کا سر آغاز قرار پائے گا۔ یقینی طور پر سنہ 93 (ہجری شمسی 21 مارچ 2014 الی 20 مارچ 2015) میں حکام سنجیدگی اور محنت سے اقتصادی جہاد کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں گے۔

## پالیسیوں کو اجرائی منصوبوں اور پالیسیوں میں تبدیل کرنا

تیسرا مسئلہ ان پالیسیوں کو اجرائی منصوبوں اور پالیسیوں میں تبدیل کرنا ہے۔ تینوں شعبوں کے سربراہوں نے اس کے لئے ضروری احکامات صادر کر دیئے ہیں۔ صدر محترم نے بھی، پارلیمنٹ کے اسپیکر نے بھی اور عدلیہ کے سربراہ نے بھی احکامات جاری کر دیئے ہیں اپنے ماتحت اداروں کو احکامات دے چکے ہیں کہ ہر شعبہ اجرائی منصوبے تیار کرے۔ تاہم میں ٹائم ٹیبل اور نظام الاوقات کے تعین پر تاکید کرنا چاہتا ہوں، اس کا شیڈول تیار ہونا چاہیئے۔ جو سرکولر محترم نائب صدر نے اداروں کے لئے جاری کیا ہے میں نے وہ دیکھا ہے۔ اس کا شیڈول بھی معین ہونا چاہیئے، واضح ہونا چاہیئے کہ کتنا کام انجام پایا اور اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے اور اس پر عملدرآمد کے لئے ابھی کتنا انتظار کرنا ہے۔ اس میں سرعت آنی چاہیئے۔ ہر ادارے کی ذمہ داری معین ہونا چاہیئے۔ خاص طور پر مجریہ میں تمام اداروں کے حصے کا کام واضح ہونا چاہیئے۔ علامات اور خاص طور پر مدت کو واضح کرنے والی علامات معین ہونا چاہیئے تاکہ صحیح نگرانی کی جا سکے، کام کی پیشرفت کا اندازہ کیا جا سکے اور راستے کی درستگی کا یقین حاصل کیا جا سکے۔

## شعبوں کے درمیان ہم آہنگی

چوتھا مسئلہ مختلف شعبوں کے درمیان ہم آہنگی کا ہے۔اس ہم آہنگی کا راستہ مجریہ، مقننہ اور عدلیہ کے سربراہوں کو نکالنا ہے۔ ہم آہنگی سے بڑی مدد ملے گی۔حکومت اور پارلیمنٹ کے درمیان ہم آہنگی، پارلیمنٹ، حکومت اور عدلیہ کے درمیان ہم آہنگی۔ کچھ شعبے ایسے ہیں جن میں باہمی ہم آہنگی کے بغیر کام کرنا ممکن نہیں ہے۔ کچھ شعبے ایسے ہوتے ہیں جہاں ہم آہنگی کے بغیر کام تو ممکن ہے لیکن ہم آہنگی کا بہت گہرا مثبت اثر ہے۔ بہرحال یہ بہت ضروری ہے۔ اس کا طریقہ ان تینوں شعبوں کے سربراہوں کو طے کرنا ہے۔

## ہرسطح پر نظارت ونگرانی

پانچواں مسئلہ ہرسطح پر نظارت ونگرانی کا ہے۔نگرانی ضروری ہے۔تینوں شعبوں کے سربراہ بھی اپنے اپنے شعبوں کی مکمل نگرانی کریں، تشخیص مصلحت نظام کونسل بھی اپنی نگرانی کی ذمہ داری پر سنجیدگی سے عمل کرے اور دیکھے کہ کیا ہورہا ہے۔قائد انقلاب کا ادارہ بھی نگرانی کرے گا۔ تو یہ نگرانی بڑی اہم ضرورتوں کا جز ہے۔

## رکاوٹوں کو دور کرنا

چھٹا مسئلہ رکاوٹوں کو دور کرنے کا ہے۔ کچھ رکاوٹیں ہیں جنہیں دور کیا جا سکتا ہے۔ کچھ قانونی رکاوٹیں ہیں۔ میں نے تینوں شعبوں کے سربراہوں کے ساتھ اپنی نشست میں کہا کہ قانون پر قانون وضع کرنا کام کو مشکل کر دیتا ہے، رکاوٹ بننے والے قوانین کو ہٹانے کی ضرورت

ہے۔ یہ کام پارلیمنٹ کرسکتی ہے۔ کیونکہ آج ہمارے پاس قوانین موجود ہیں، اب اگر ہم مزید قانون وضع کریں تو ممکن ہے کہ مشکل ساز ہو۔ اس کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے، توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ باہم متصادم قوانین کی نشاندہی کی ضرورت ہے۔ عدالتی رکاوٹیں بھی ہوتی ہیں، ان کی بھی نشاندہی اور تنسیخ ضروری ہے۔ اقتصادی شعبے میں کام کرنے والے افراد، سرمایہ کاروں، سائنسدانوں، خلاقانہ صلاحیت اور جدت عمل کی مہارت رکھنے والے افراد سب کو یہ محسوس ہو کہ ان کے سامنے کوئی بھی غیر معقول رکاوٹ نہیں ہے اور وہ آسانی سے اپنا کام انجام دے سکیں۔

## ماحول سازی

چوتھا اہم کام ہے ماحول سازی۔ مزاحمتی معیشت کی صحیح تصویر پیش کی جانی چاہئے۔ اس سلسلے میں ملکی ذرائع ابلاغ اور قومی نشریاتی ادارے کی ذمہ داری زیادہ ہے لیکن یہ کام صرف انہیں تک محدود نہیں ہے۔ ہمارے ملک کا مخالف میڈیا، انقلاب مخالف ذرائع ابلاغ، ہماری قومی پیشرفت کے دشمن ذرائع ابلاغ گھات میں ہیں اور انہوں نے اپنا کام شروع بھی کر دیا ہے۔ ہم نے پہلے بھی دیکھا ہے اور آئندہ بھی یہ چیز ہمارے سامنے ہوگی۔ مزاحمتی معیشت کے سلسلے میں رکاوٹیں کھڑی کرنا، اعتراض کرنا، ہنگامہ آرائی کرنا، بے حد اہم چیزوں کو بالکل معمولی ظاہر کرنا، یہ سارے کام وہ کرتے ہیں۔ ہمیں ان کے عین مخالف سمت میں کام کرنا ہے۔ ماحول سازی کرنا ہے تاکہ عوام باخبر ہو جائیں اور یقین کرلیں۔ تب ہم اس منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکیں گے۔

## احتساب لازمی ہے

آخری بات یہ عرض کرنا ہے کہ احتساب اور اطلاع رسانی ہونا چاہئے۔ ہمارے پاس

نگرانی کا مضبوط مرکز ہونا چاہیئے جو اس عمل کی پیشرفت کا باریکی کے ساتھ جائزہ لیتا رہے، اطلاعات جمع کرتا رہے، جائزہ لیتا رہے، نتیجہ اخذ کرتا رہے اور ضرورت کے مطابق ہر مرحلے کے لازمی اقدامات کی نشاندہی بھی کرے۔ ہر شعبے کے لئے پیمانوں کا تعین کیا جائے اور سرانجام عوام کو ساری اطلاعات فراہم کی جائیں۔ عوام باخبر رہنا چاہتے ہیں۔ آپ تمام بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں یہی میرے معروضات ہیں جو میں پیش کرنا چاہتا تھا۔

بہت بڑے کام کا آغاز ہو چکا ہے۔ ہم بلند ہمتی کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کر کے بتدریج اور مناسب و لازمی رفتار سے اسے آگے بڑھائیں۔ یہ ایسا منصوبہ ہے کہ جس کے اثرات و ثمرات بہت زیادہ وقت طلب نہیں ہیں۔ یہ ہے تو دراز مدتی منصوبہ مگر اس کے ثمرات بہت جلد نظر آنے لگیں گے ان شاء اللہ۔ یعنی اس عمل کے ثمرات کا آغاز اور عوام کا اپنے اس عمل کے نتائج کی شیرینی کے احساس سے مطمئن ہونا بہت وقت طلب اور دست رسی سے بہت دور نہیں ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اسی حکومت کے دور اقتدار میں، جو ترقی ہو رہی ہے اور جو کام انجام دیئے جا رہے ہیں ان کے ثمرات سے عوام بہرہ مند ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ ہم سب کی مدد فرمائے، ہم سب کی ہدایت کرے، ہمیں ہماری خامیوں سے آگاہ کرے، ہمیں اپنی خامیوں اور کمیوں کو سمجھنے والا بنائے، جو کچھ اس کی خوشنودی کا باعث ہے ہمیں اس کی تلقین فرمائے اور اس کی انجام دہی پر ہمیں قادر کرے۔ آپ تمام بھائیوں اور بہنوں کا شکر گزار ہوں کہ آپ تشریف لائے اور تحمل کے ساتھ ساری باتیں سنیں۔ توقع کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ یہ گفتگو ایک عمومی اقدام اور عمل کا مقدمہ ثابت ہوگی۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

# داخلی مصنوعات کے استعمال پر تاکید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین و الصّلاۃ و السّلام علی سیّدنا و نبیّنا ابی‌القاسم المصطفی محمّد و الہ الأطیبین الأطھرین المنتجبین سیّما بقیّۃ اللہ فی الأرضین.

میں یوم محنت کشاں کی مبارکباد پیش کرتا ہوں صرف اس طبقے نہیں بلکہ پوری ملت ایران کو۔ اگر کسی معاشرے میں محنت کش طبقے کے بازوؤں، محنت کش طبقے کے دماغوں، تخلیقی امور انجام دینے والے انسانوں اور ماہر افرادی قوت کا اکرام و احترام کیا جاتا ہے تو وہ معاشرہ یقیناً پیشرفت کرے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر ایک محنت کش کے ہاتھوں کو اپنے دست مبارک میں لے کر چومتے ہیں تو یہ صرف اس شخص کی تعظیم نہیں بلکہ یہ ایک درس ہے، قدردانی کی ایک روش کی ترویج ہے، ہمیں یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ محنت کش، پیداواری کاموں میں مصرف انسان اور ماہر افرادی قوت کی اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ پیغمبر کا وجود اقدس کہ جس کے طفیل میں جملہ خلائق کو لباس ہستی پہنایا گیا ہے، اس کی تعظیم کے لئے جھک جاتا ہے اور اس کے ہاتھ چومتا ہے۔ یہ ہمارے لئے ایک درس ہے۔

لفظ "کام" کے مفہوم میں اتنی وسعت ہے کہ اس میں ہاتھوں سے انجام پانے والے کام، جسمانی محنت والے کام، فکری طاقت فرسائی والے کام، انتظامی امور سب شامل ہیں اور

اس بنا پر کام کسی بھی معاشرے کے سلسلہ حیات، حرکت اور پیشرفت کا محوری عنصر ہے۔ یہ بات ہم سب کے ذہن میں رہنی چاہیئے۔ اگر کام اور محنت نہ ہوتو سرمایہ، مواد، انرجی، اطلاعات کچھ بھی انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کام درحقیقت سرمائے، انرجی اور خام مال میں روح کی مانند حرکت پیدا کر دیتا ہے اور اسے قابل استعمال شکل میں لاتا ہے تاکہ انسان اس سے استفادہ کر سکیں۔ کام کی اہمیت کا یہ عالم ہے۔

اسلامی جمہوریہ میں محنت کش طبقے کے سلسلے میں کسی دکھاوے کی گنجائش نہیں ہے۔ ایک گروہ نے ایک زمانے میں نام نہاد مزدور حکومت تشکیل دی تھی۔ کئی عشروں تک دنیا کو اپنی باتوں میں الجھائے رکھا تھا لیکن محنت کش طبقے کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکا۔ سوشلسٹ اور کمیونسٹ ممالک کے عہدیداروں نے اپنے معاشروں کے وسائل سے خوب فائدہ اٹھایا، فرمانروائی کی، طاقت کی نمائش کی، دنیا کے دیگر آمروں اور طاغوتی طاقتوں کی مانند اپنی زندگی میں خوب منمانیاں کیں، محنت کش طبقے کے نام پر! انہوں نے سراسر جھوٹ بولا، دکھاوا کیا۔

مغربی ممالک میں مزدور بیمہ، محنت کش طبقے کی حمایت اور نہ جانے کیا کیا چیزیں شروع کی گئی ہیں۔ تاہم اصلی مقصد یہ ہے کہ محنت کش طبقہ عرق ریزی کرے تاکہ معاشرے کی ایک فیصدی پر مشتمل متمول طبقہ پر تعیش زندگی بسر کرے، منمانیاں۔ یہ لوگ محنت کش طبقے کے سلسلے میں سچے اور دیانتدار نہیں ہیں۔ دین اسلام محنت کش طبقے کے سلسلے میں سچا ہے اور منطقی روش پیش کرتا ہے۔ کام کا شمار اقدار میں کرتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ:

وَالْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ فَإِنْ أَجَابَهُ وَإِلَّا ارْتَحَلَ عَنْه.[1]

اور علم عمل کو پکارتا ہے۔ اگر وہ لبیک کہتا ہے تو بہتر، ورنہ وہ بھی اس سے رخصت ہوجاتا ہے۔

---

[1] نہج البلاغہ، حکمت 366

یعنی علم بھی محنت اور عمل پر منحصر ہے۔اس روایت میں جو ایک نمونہ اور معیار پیش کر رہی ہے۔ارشاد ہوتا ہے کہ علم، محنت اور عمل کو آواز دیتا ہے۔اگر عمل نے جواب دیا تو علم باقی رہتا ہے، نشونما کی منزلیں طے کرتا ہے اور اگر عمل نے اس کی آواز پر لبیک نہ کہا تو علم وہاں سے کوچ کر جاتا ہے۔

آپ غور کیجئے! کتنا خوب صورت کلام ہے۔ کہا گیا ہے کہ علم کی پیدائش، علم کی پائیداری اور علم کی پیشرفت کا انحصار عمل اور کام پر ہے۔ یہ مدلل نظریہ ہے، یہ فکری بنیاد ہے۔ اسلام کی روش یہ ہے۔ اسلام محنت کش طبقے سے پوری سچائی وصداقت کے ساتھ پیش آیا ہے۔ البتہ ان تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت ہے، ان بنیادوں کو عملی میدان میں اتارنے کی ضرورت ہے، منصوبہ بندی کے وقت انہیں نمایاں رکھنے کی ضرورت ہے۔ بیشک اس سمت میں بہت کام ہوئے ہیں، اچھی کوششیں انجام دی گئی ہیں تاہم ابھی اور بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔اسی بنیاد پر ہم نے اس سال کو ایرانی سرمائے اور کام کی حمایت کے سال سے موسوم کیا۔ ”ایرانی کام اور ایرانی سرمایہ“۔

سرمایہ بھی کام اور محنت کشی جتنی ہی اہمیت رکھتا ہے۔اگر سرمایہ نہ ہو تو کام انجام ہی نہیں پا سکتا۔ یہ دو ”پر“ ہیں جن کی مدد سے قومی پیداوار میں حرکت میں آنے اور پرواز کرنے کے لائق ہوتی ہے۔ بنابریں ایرانی سرمائے کا بھی خاص احترام ہے اور ایرانی کام کی بھی منفرد اہمیت ہے۔کام اور سرمائے کا مشترکہ نتیجہ ہے قومی پیداوار۔اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

ہر سال ہفتہ محنت کشاں کی مناسبت سے اس طبقے کے افراد حسینیہ (امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ) میں ایک اجتماع کا اہتمام کرتے تھے۔ ہماری ملاقات ہوتی تھی اور حقیر اپنے معروضات پیش کرتا تھا لیکن اس سال میں خود محنت کشوں کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ہم نے ”دواؤں کی قومی تقسیم کار کمپنی داروپخش“ کا ایک علامتی مرکز کی حیثیت سے انتخاب کیا۔اس کمپنی میں کام

کرنے والے اور دیگر کمپنیوں سے یہاں تشریف لانے والے آپ محنت کش حضرات یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ایرانی کام اور محنت کش کے احترام و تعظیم اور قدردانی کے لئے میں نے پروگرام میں یہ تبدیلی کی ہے۔ جب تک ہم ایرانی محنت کش اور ایرانی سرمائے کا احترام نہیں کریں گے اس وقت تک قومی پیداوار کو فروغ نہیں ملے گا اور اگر قومی پیداوار کو فروغ نہ ملا تو ملک کی اقتصادی خودانحصاری باقی نہیں رہے گی اور اگر کوئی معاشرہ اقتصادی خودانحصاری کی نعمت سے محروم ہو جائے یعنی اقتصادی شعبے میں وہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہ سکے اور آزادانہ فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس معاشرے کی سیاسی خودمختاری بھی عملی شکل نہیں پا سکتی اور جس معاشرے کے پاس سیاسی خودمختاری نہ ہو اس کی تمام باتیں صرف الفاظ کی حد تک محدود ہوں گی۔ زمینی حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ جب تک ملک اپنی معیشت کو مضبوط نہیں بناتا، پائیدار نہیں بناتا، خودانحصاری کی منزل تک نہیں پہنچاتا اس وقت تک سیاسی وثقافتی اور دیگر میدانوں میں موثر واقع نہیں ہوسکتا۔

ہمارے ملک کو مستحکم اور پائیدار معیشت کی ضرورت ہے۔ میں تین چار سال سے بڑے اور اہم اجتماعات میں اپنی تقریروں میں عزیز عوام کو، نوجوانوں کو اور حکام کو متوجہ کرتا آ رہا ہوں کہ دشمن کی سازشوں کا رخ ہماری معیشت کی جانب مڑ گیا ہے۔ آج آپ دیکھ رہے ہیں؟ اس بڑی سازش کے آثار جس کی دشمنوں نے منصوبہ بندی کی تھی، ایک ایک کرکے ظاہر ہو رہے ہیں۔

البتہ عزیز ملت ایران اسی قوت ارادی کے ذریعے جس سے اب تک دیگر رکاوٹوں کو دور کرتی آئی ہے انشاءاللہ اس مشکل کو بھی راستے سے ہٹا دے گی۔ محنت کش طبقے کو چاہئے کہ اس کا عزم کرے، سرمایہ کار کو چاہئے کہ کمر ہمت کسے، حکومتی عہدیداروں کو چاہئے کہ حوصلہ دکھائیں، نجی شعبے کو چاہئے کہ آگے آئے۔ عوام الناس کو بھی چاہئے کہ داخلی مصنوعات کے استعمال اور قومی

پیداوار کے سلسلے میں اپنے عزم راسخ کا مظاہرہ کریں۔ اساسی کاموں کی انجام دہی کی ضرورت ہے۔ خوش قسمتی سے یہ کام شروع کر دیئے گئے ہیں۔ حکومتی عہدیداروں نے جو اطلاعات فراہم کی ہیں ان کے مطابق ابتدائے سال سے ان کی نشستوں، ان کی منصوبہ بندی، ان کے مشاورتی اجلاسوں میں اس نکتے پر خاص توجہ دی جا رہی ہے۔

میں بھی اس پر تاکید کرتا ہوں۔ موانع کو دور کیجئے تاکہ قومی پیداوار کو فروغ حاصل ہو، معیشت کو استحکام اور پائیداری ملے۔ اس کے لئے سب کوشش کریں، سب سے زیادہ سنجیدگی سے حکام کو محنت کرنی ہے۔ خواہ ان کا تعلق مجریہ سے ہو، مقننہ سے ہو یا عدلیہ سے۔ کبھی ممکن ہے کہ کام کی انجام دہی میں عدلیہ کو بھی دخیل ہونا پڑے۔ ملک کی معیشت میں صحتمند اور معیاری پیداوار، کام اور سرمایہ کاری کے لئے ضروری ہے کہ تمام شعبے ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔ مختلف پہلوؤں سے گوناگوں کام انجام پانے چاہئے۔ کام کے مراکز میں مہارتوں کی تقویت، درست انتظامی نقطہ نگاہ، افرادی قوت کی صلاحیتوں میں اضافہ، احساس تحفظ، محنت کش طبقے کے لئے بھی اور سرمایہ دار طبقے کے لئے بھی۔ یعنی پروگرام، قوانین اور ضوابط ایسے ہوں کہ ہر محنت کش کو احساس تحفظ رہے اور وہ نشاط خاطر کے ساتھ کام کرے۔

سرمایہ دار کو بھی فکری آسودگی میسر ہونی چاہئے۔ اقتصادی خلل اندازیوں کا سد باب ہونا چاہئے۔ اقتصادی خلل اندازی کی ایک مثال اسمگلنگ کی ہے۔ اقتصادی خلل اندازی کی ایک اور مثال قومی سرمائے اور بینکوں میں موجود عوام کے اثاثے کا مختلف صورتوں میں ہونے والا غلط استعمال ہے۔ کچھ لوگ ہیں جو مختلف اہداف کا ذکر کر کے بینک سے لون لیتے ہیں لیکن اسے خرچ دوسرے کاموں میں کرتے ہیں۔ یہ خیانت ہے، یہ چوری ہے۔ کبھی چوری کسی کی جیب سے کچھ نکال لینے کی صورت میں ہوتی ہے اور کبھی قوم کی جیب سے سرمایہ نکال لینے کی صورت میں انجام پاتی ہے۔ آخر الذکر زیادہ سنگین جرم ہے۔ ان بے ضابطگیوں کا سد باب ہونا چاہئے۔

میں نے مالیاتی بدعنوانی کے بارے میں جو مکتوب عدلیہ، مقننہ اور مجریہ کے سربراہوں کو ارسال کیا تھا اور اس مسئلے پر خصوصی تاکید کی تھی اس سے چند سال قبل کی بات ہے کہ بہت سے افراد اس انتباہ کی بابت تشویش میں پڑ گئے تھے اور کہنے لگے کہ ان انتباہات سے سرمایہ کار خوفزدہ ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ پیچھے ہٹ جائے۔ میں نے کہا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ جو سرمایہ کار ملک میں صحیح اور قانونی طریقے سے سرمایہ کاری کرنا چاہتا ہے جب دیکھے گا کہ اقتصادی بدعنوانی اور مالیاتی دھاندلیوں کی روک تھام کے لئے سنجیدہ اقدامات کئے جا رہے ہیں تو اسے اطمینان حاصل ہوگا۔ ہمیں یہ کارروائی قانونی سطح پر صحیح طریقے سے انجام دینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں رقابت اور کمپٹیشن کا ماحول پیدا کرنا چاہئے۔ ہم قومی پیداوار کی بات کرتے ہیں۔

البتہ اس وقت داخلی مصنوعات کے فروغ کے سلسلے میں قابل لحاظ اقدامات کئے گئے ہیں۔ عوام الناس کو ان اقدامات کے تعلق سے جو اطلاعات ملتی ہیں وہ درحقیقت ان اقدامات کی اصلی مقدار سے بہت کم ہیں۔ اس کمپنی میں جو نمایاں کام انجام پایا ہے اور جس کے آج ہم شاہد ہیں یہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی داغ بیل رکھنا، اس کی تعمیر مکمل کرنا اور اس میں باقاعدہ کام کا آغاز، سب کچھ مقامی افرادی قوت کے سہارے، وہ بھی انتہائی قلیل مدت میں، اس کی ڈیزائننگ مقامی ماہرین کے ہاتھوں، اس کی تعمیر مقامی ماہرین کے ہاتھوں، اس کے وسائل و آلات کی تیاری مقامی ماہرین کے ہاتھوں! قومی پیداوار اور داخلی مصنوعات کے فروغ کے سلسلے میں ایک کلیدی نکتہ مصنوعات کے معیاری ہونے کا ہے۔ محنت کش طبقے کو اور انتظامی عہدیداروں کو اس نکتے پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

قیمتوں کا بازار میں کمپٹیشن کے لائق ہونا بہت اہم ہے اور اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ البتہ اس میں حکومت کے تعاون کی بھی ضرورت ہے۔ یہ بہت سے کام ہیں جنہیں سرانجام دینا ضروری ہے۔ البتہ یہ ذمہ داری صرف حکومت کی نہیں ہے بلکہ انتظامیہ کے ساتھ ساتھ

پارلیمنٹ مجلس شورائے اسلامی، مختلف انتظامی ادارے، نجی شعبے، عوام الناس، معاشرے میں ذہنیت اور فکر سازی کرنے والے ادارے، وہ افراد جو اپنے بیانوں سے لوگوں کے اندر فکر اور ذہنیت کی تعمیر کرتے ہیں، قومی نشریاتی ادارہ، سب کو چاہئے کہ قومی پیداوار کے فروغ پر توجہ دیں۔ اگر ہم یہ کام انجام دینے میں کامیاب ہو گئے تو یقین جانئے کہ یہ ہمارے دشمنوں پر پڑنے والی بہت کاری ضرب ہوگی۔

پیداوار پر مرکوز پالیسی سازی، مقامی مصنوعات کے استعمال کا پرچار، مقامی مصنوعات کے معیار کا ارتقاء، مشینوں اور آلات کی جدید کاری، مصنوعات، انتظامی امور اور تعمیراتی منصوبوں میں جدت عمل ایسے کام ہیں جنہیں انجام دینے کی ضرورت ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ یہ اقدامات انجام دیئے جائیں گے۔

والسّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ